8

تلاشِ خالق

وجودِ خالق کے حیرت انگیز دلائل

ابو عبداللہ

(۸)

تلاشِ خالق

(وجودِ خالق کے حیرت انگیز دلائل)

ابو عبداللہ

(جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں)

ن

ام کتاب: تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے حیرت انگیز دلائل)

تالیف: ابوعبداللہ

اشاعت اول: 2024ء (1445ھ)

....

نوٹ

(۱)۔تمام تصانیف میں دیانتداری سے سچائی کو واضح کرنے کی حتی الامکان کوشش کی گئی ہے۔ لیکن انسانی کاوش خطا سے پاک نہیں۔اسلئے اگر کہیں کوئی خطا ہوئی ہوگی تو وہ دانستہ نہیں، بلکہ سہواً ہی ہوئی ہوگی۔لہٰذا اگر کہیں کوئی کمی بیشی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں،ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔

(۲)۔صالحین کا ادب واحترام ہم پر لازم ہے اور بالخصوص انبیاء علیہم السلام کی عزت وتوقیر ایمان کی شرط ہے۔لہٰذا تصانیف میں ہم نے الفاظ کے چناؤ میں ہر ممکن ادب واحترام (Ethics) کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی ہے۔لیکن شوشل میڈیا پر موجود مواد کو آسانی سے تبدیل کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا اس ضمن میں ہمارے اس مواد میں کوئی بے ادبی پر مبنی قابل اعتراض الفاظ نظر آئیں،تو وہ یقیناً کسی نے ہماری تحریر میں تحریف کی ہوگی۔لہٰذا اس صورت حال میں ہم سے تصدیق کرنا ضروری ہے۔

نوٹ: چونکہ اس مسودہ کی پروف ریڈنگ ابھی پوری طرح سے نہیں ہوسکی لہٰذا الفاظی غلطیوں کیلئے پیشگی معذرت

فہرست

☆ اللہ پر ایمان اور اللہ کا قُرب! 4

☆ ابتدائیہ 5

☆ اللہ پر ایمان کے ذرائع...7

☆ ضابطہ نا کارگی(Law of Entropy).......................................8

(1)۔ انسان کا وجود اللہ کی عظیم نشانی..9

(2)۔ اللہ کی نشانیاں۔ آفاق عالم میں..19

(3)۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کی بہت بڑی نشانی.......................37

(4)۔ کتاب الٰہی اور جدید سائنس میں موجود دلائل قطعیہ.................40

(5)۔ قرآن مجید کی حیرت انگیز پیشین گوئیاں 46

(6)۔ مافوق امور..54

☆ خدا اور مذہب کا انکار...59

☆ ہماری دعوت...64

☆ ہماری اہم تحاریر...65

✡✡✡✡✡

اللہ پر ایمان اور اللہ کا قُرب!

اللہ پر ایمان یعنی اللہ کے موجود ہونے (Existance) کا اقرار کرنا، اس پر یقین ہونا ایک الگ موضوع ہے، جبکہ اللہ کے ساتھ تعلق، اسکی دوستی اور اس کے قُرب نصیب ہونے کا تعلق ایک الگ عنوان کے ساتھ ہے۔ دونوں عنوانات اپنی اپنی جگہ بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ان دونوں عنوانات کا باہمی ربط یہ ہے کہ پہلہ عنوان یعنی اللہ پر ایمان ویقین کا ہونا، دوسرے عنوان یعنی اللہ سے تعلق، اسکی دوستی اور قُرب پانے کیلئے پہلہ عنوان ایک پہلہ قدم (Step) ہے۔ ظاہری بات ہے، اللہ کے ہونے (Existance) کا پختہ ایمان ویقین ہی اللہ کے ساتھ کا تعلق ودوستی کے سفر کے آغاز کا سبب بنتا ہے۔

اس تحریر کا موضوع اللہ کے ساتھ تعلق یا قُرب پانے کی تفصیلات کے ساتھ نہیں، بلکہ اللہ پر ایمان ویقین کے ساتھ ہے۔ یعنی وجودِ باری تعالیٰ پر دلائل کے ساتھ ہے۔ جبکہ اللہ کے ساتھ تعلق، دوستی اور اُسکے قرب کیلئے (تلاشِ رب) کے ٹائٹل سے ہماری الگ سے تحریر موجود ہے۔

اس پہلے عنوان یعنی اللہ پر ایمان ویقین کے ٹھوس دلائل پر مبنی تفصیلی معلومات ہماری تحریر "کائنات سے خالقِ کائنات تک" میں قلمبند کر دی گئی ہیں۔ قارئین کی سہولت کیلئے یہ مختصر تحریر (تلاش خالق) اسی تحریر (کائنات سے خالقِ کائنات تک) کے خلاصے کے طور پر تیار کی گئی ہے، تاکہ عام لوگ بھی اس اہم موضوع سے مستفید ہو سکیں۔

✡✡✡✡✡

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدالانبياء

والمرسلين و على آله وصحبه اجمعين اما بعد!

ابتدائیہ

عموماً لوگ پیدائشی طور پر اپنے گھر اور ماحول سے اللہ تعالیٰ کے نام کا تعارف تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن عموماً اسکی ذات کے ہونے (Existance) کے یقین سے محروم ہی رہتے ہیں اور اس بے یقینی کی سی صورت حال میں اس فانی زندگی کے شب و روز گزار کر اس جہان سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ موضوع پر بہت سے لوگوں نے کام کیا ہے جن میں چند اہم نام جو ہماری نظر سے گزرے جیسے:

"امام محمد غزالیؒ، ترکی کے سکالر ہارون یحیٰ، شیخ احمد دیداتؒ، انڈین سکالر، ڈاکٹر ذاکر نائیک، علامہ وحیدالدین خان، کینیڈا سے اناٹومی کے ماہر ڈاکٹر کیتھ مور، یمن سے ڈاکٹر عبدالمجید عزیندانی اور انکے ساتھی، پاکستان سے پروفیسر احمد رفیق اختر اور سلطان بشیرالدین محمودؒ" وغیرہ۔

ہمارا مقصد اللہ جل جلالہ کی ذات پر یقین کے حوالے سے ایسے دلائل اور شواہد کو آسان اور عام فہم انداز اپناتے ہوئے اختصار سے بیان کرنا ہے تاکہ عام لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکیں اور جس کے مطالعہ سے اللہ جل جلالہ کی ذات پر یقین کامل حاصل ہو جائے اور شک کی گنجائش نہ رہے۔

یہ کتاب! مسلم اور غیر مسلم سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ایسی تحاریر کی کیا ضرورت ہے؟ وہ تو پہلے ہی اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر یقین کی ہر ایک کو حاجت ہے، اسی لئے اللہ نے قرآن مجید میں اس کے بہت سے دلائل بیان فرمائے اور سب کو ان پر تفکر کی دعوت دی۔ عوام تو درکنار انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی ایسے دلائل و براہین کی خواہش کی، چنانچہ جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے رب سے عرض کی:

﴿وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی قَالَ اَوَ لَمۡ تُؤۡمِنۡ قَالَ

بَلٰی وَ لٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِی﴾ (البقرہ :2،آیت:260)

''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کردے گا؟ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کیا تمہیں یقین نہیں؟ جواب دیا کیوں نہیں لیکن میرے دل کی تسکین ہوجائے گی''

آج اگر مسلمانوں کو اللہ پر یقین ہوتا تو اللہ کی نافرمانیاں نہ کرتے،انکی زندگی صحیح رخ پر متعین ہوتی، کامیابیاں ان کا مقدر ہوتیں اور دنیا میں وہ عزت ووقار سے جیتے۔!

حقیقت سے ناآشنا رہنے کی بنیادی وجہ

روزمرہ افعال واعمال کا دارومدار تین چیزوں پر ہے: (۱)علم (۲) مشاہدہ (۳) یقین

مثال کے طور پر: اگر آپ آگ سے بچتے ہیں اور سانپ سے ڈرتے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ کے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ آگ جلاتی ہے اور سانپ ڈستا ہے، اس بات کا آپ کو مشاہدہ ہوچکا ہے، کئی لوگ آپنے دیکھے یا سُنے ہوں گے جن کو ان دو چیزوں سے نقصان پہنچا۔ یوں آپ کو اس بات کا کامل یقین ہوچکا ہے کہ یہ خطرناک چیزیں ہیں اس لئے آپ ان سے بچتے ہیں اگر کسی کے علم میں یہ بات نہیں ۔تو وہ نہیں ڈرے گا جیسے بچے وغیرہ۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ اکثریت کا تعلق اس کے نام سے واقفیت کی حد تک ہے۔ہمیں اس کا یقین حاصل نہیں ۔اسی لئے ہم اللہ کے سامنے سرِتسلیم خم نہیں کرتے ، اسکی منشاء کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے ، اسے اپنی ترجیحِ اول (Top Priority) نہیں بناتے۔

ماننے اور نہ ماننے کا معاملہ

مطالعہ سے قبل یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ بات کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ یہ ہے کہ: جس نے بات تسلیم کرنی ہو اسکے لئے ایک آدھی پختہ دلیل بھی کافی ہوتی ہے اور جس نے بات نہ ماننے کا فیصلہ کرلیا ہو اسکو چاہے ہزار دلیلیں بھی پیش کردی جائیں وہ انکی غلط تاویل کرتا جاتا جائے گا۔ان اشاءاللہ اس تحریر میں آپکو ان گنت ایسے یقینی روشن دلائل ملیں گے جن میں سے کوئی ایک دلیل بھی اللہ پر ایمان ویقین کیلئے کافی ہوجائے گی۔اللہ ہمیں فطرت سلیمہ کے ساتھ حق بات کو سمجھنے اور تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

اللہ پر ایمان کے ذرائع

پہلی جاننے والی بات یہ ہے کہ اگر کوئی اللہ پر ایمان لانے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ کون سے ذرائع ہیں؟ یعنی وہ کون سی چیزیں، کون سے دلائل ہیں جو اللہ پر ایمان کا ذریعہ بن سکتے ہیں؟ چنانچہ زندگی بھر کے غور وفکر کے نتیجے میں ہمیں درج ذیل اسباب نظر آئے ہیں:

(۱)۔ پیدائشی سبب: یعنی خوش قسمتی سے انسان ایسے گھرانے میں پیدا ہو جائے جو اللہ کے وجود کو تسلیم کرنے والا گھرانہ ہو۔ لیکن یہ ایمان اس وقت کارآمد بن کر یقین کی دولت سے بہرہ مند ہوتا ہے جب انسان خود غور وفکر کے عمل سے گزر کر شعور والا پختہ ایمان حاصل کرتا ہے۔

(۲)۔ شعوری اسباب: خالق نے انسان کو فطرتِ سلیمہ پر پیدا کیا ہے اور اپنی پہچان ہر انسان کے اندر ودیعت کر دی ہے۔ اب انسان کہیں بھی پیدا ہو گیا، لیکن اس نے عقل وبصیرت اور شعور کی نفی نہیں کی۔ اپنے ضمیر کو نہیں مارا........ ایسا خوش نصیب تفکر وتدبر اور غور وفکر کی عظیم راہ کو ترک نہیں کرتا، اسلئے پروردگار ان شاء اللہ اسے بہت جلد حقیقت کی طرف لے آئے گا۔ اللہ نے کائنات میں اتنی واضح اور ٹھوس نشانیاں رکھی ہیں کہ اہل عقل (اولوالالباب) کا اللہ تک پہنچنا کچھ مشکل نہیں۔

(۳)۔ معجزانہ تائید: اگرچہ ہمیں یہاں آزاد پیدا کیا گیا ہے، خیر وشر میں سے کسی بھی راہ کے انتخاب کی ہمیں آزادی دی گئی ہے۔ لیکن ہمارے جسم سمیت قلب وذہن چونکہ براہ راست خالق کے قبضہ وقدرت میں ہیں۔ اسلئے خالق کسی کی حسن نیت اور اس میں موجود خیر وبھلائی کی بنا پر معجزانہ طور پر اسکے قلب وذہن میں ایمان ویقین کی بصیرت ورغبت پیدا کر سکتا ہے۔ یا کسی ایسے سبب تک پہنچانے کا بندوبست کر دیتا ہے، جو اسے ایمان ویقین کی اس سعادت سے بہرہ مند کر دے۔ اس چیز کا تعلق بالخصوص تو انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہے، لیکن مخصوص حالات میں غیر نبی کیلئے بھی امکان موجود ہے۔

تاہم اصل خوش نصیبی (اولوالالباب) یعنی اہل عقل ودانش رکھنے والے سلیم الفطرت لوگوں کیلئے ہی

ہے جنہوں نے ہدایت کو پانے والی عظیم دولت یعنی ''**عقل وبصیرت**'' کے استعمال کو بند نہیں کیا۔ ایسے خوش نصیبوں کو اللہ اصل حقیقت کی طرف لے ہی آتا ہے، خواہ وہ کہیں بھی پیدا ہو جائیں۔ غوروفکر کی بدولت کائنات میں موجود ان گنت اللہ کی نشانیاں ان خوش نصیبوں کو اللہ تک لے جانے کا بڑا ٹھوس ذریعہ بن جاتی ہیں۔ ویسے تو کائنات میں موجود ہر چیز ہی اللہ کی نشانی ہے تاہم اس ضمن میں درج ذیل چند موضوعات کے تحت واضح نشانیاں بیان کی جائیں گی جو اللہ تک رسائی کا یقینی ذریعہ ہیں:

(1)۔ انسان کا وجود اللہ کی عظیم نشانی

(2)۔ اللہ کی نشانیاں۔ آفاق عالم میں

(3)۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کی بہت بڑی نشانی

(4)۔ کتاب الٰہی اور جدید سائنس میں موجود دلائل قطعیہ

(5)۔ قرآن مجید کی حیرت انگیز پیشین گوئیاں

(6)۔ مافوق امور

تعصب سے بالاتر ہو کر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو ان میں سے ہر ایک نشانی عین الیقین کی حد تک اللہ پر ایمان لانے کیلئے کافی ہے بشرطیکہ انسان کے اندر بدنیتی نہ ہو!

ان عنوانات کے تحت غوروفکر کیلئے اللہ کی نشانیوں کی مختصر وضاحت پیش خدمت ہے۔ تفصیلی آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: (کائنات سے خالق کائنات تک)

اس ضمن میں تفصیل میں جانے سے قبل ایک سائنسی قانون ''ضابطہ ناکارگی'' کو سمجھ لیں جو اللہ کے ہونے کی بہت واضح دلیل ہے۔

ضابطہ ناکارگی (Law of Entropy)

اس قانون کو سمجھنے کے لیے ایک عام فہم مثال سے مدد لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک ٹرے میں کچھ بال سفید، کچھ سرخ، کچھ نیلے، کچھ سیاہ وغیرہ علیحدہ علیحدہ رکھ کر ٹرے کو ہلایا جائے تو مختلف رنگوں کے یہ بال آپس میں مکس (Mix) ہونا شروع ہو جائیں گے، جتنا زیادہ ہلائیں گے اتنا زیادہ آپس میں مل

جائیں گے اور یہ ممکن نہیں کہ ہلاتے رہنے سے ہر رنگ کے بال ابتدائی حالت کی طرح الگ الگ واپس ہو جائیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ناکارگی بڑھ رہی ہے۔ یہ فطرت کا قانون ہے کہ ناکارگی ہمیشہ یا تو مسلسل بڑھتی رہتی ہے یا کم از کم مستقل یعنی کسی خاص حالت میں قائم رہتی ہے یہ خود بخود کم نہیں ہوتی یعنی اسے الٹا نہیں چلایا جا سکتا۔اسے کم کرنے کی واحد صورت یہ ہے کہ کوئی بیرونی قوت مداخلت کرے یعنی باہر سے کوئی ہاتھ ڈال کر پھر سے مختلف رنگوں کے بال چن کر الگ الگ رکھ دے۔اب اس تصدیق شدہ حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے کائنات پر غور کریں تو آپ اپنے اللہ تک خود بخود پہنچ جائیں گے۔انسان سمیت دیگر مخلوقات اور اجناس کا باضابطہ بننے اور کائنات کا منظّم طریقے سے چلنے کیلئے کیا کسی بیرونی لامحدود طاقت کے عمل دخل کی ضرورت نہیں.....؟اگر کائنات میں کسی لامحدود طاقت (یعنی خالق کائنات) کا عمل دخل نہ ہوتا تو کائنات سمیت ہر چیز میں عدم توازن، بے ہنگمی ....وقت کے ساتھ بڑھتی جاتی اور بالآخر یہ نظام کب کا تباہ و برباد ہو چکا ہوتا۔

اب ہم انتہائی اختصار سے ذکر کردہ نشانیوں سے آگاہی حاصل کرتے ہیں:

(1)۔انسان کا وجود اللہ کی عظیم نشانی

حضرتِ انسان جو اپنے بنانے والے اور خود اپنی ذات سے اکثر و بیشتر غافل ہی رہتا ہے، یہ خود اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نشانی ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کو اپنی نشانی قرار دیا ہے اور دعوت دی ہے کہ وہ اپنے بارے میں سوچے تا کہ اپنی ذات کے اندر بہت سی اللہ جل جلالہ کی نشانیوں کو دیکھ کر اپنی ذات کی پہچان سے اپنے خالق کو پہچاننے والا بن جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ، وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾

(الذاریات:51:21-20)

''اور یقین والوں کے لئے تو زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ ''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ، وَفِیْ خَلْقِكُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ﴾ (الجاثیہ:45،آیت:4-3)

''آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری پیدائش میں اور جانداروں کی پیدائش میں، جنھیں وہ پھیلاتا ہے، یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔''

آئیں اللہ تعالیٰ کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اپنی ذات پر غور وفکر کریں اور اللہ کی نشانیوں کو اپنے اندر ڈھونڈیں تاکہ غیب کے پردوں میں چھپے عظیم خالق کی پہچان ہو سکے اور ہم اس کی منشاء کے رستے پر چل سکیں۔ مشہور قول ہے کہ ﴿مَنْ عَرَفَ نَفْسَہ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہ﴾ ''جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا''۔ چنانچہ ہم سب اپنے آپ پر سوچتے ہیں اور چند پہلوؤں پر غور وفکر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ ہم کس طرح اللہ کی نشانی ہیں۔

انتہائی قابل غور! شعور حاصل ہونے کے بعد ایک عقلمند انسان کے ذہن میں پہلا بنیادی سوال یہی اٹھتا ہے کہ میرا اپنا وجود کہاں سے آیا ہے؟ انسان سادہ سے لے کر پیچیدہ ترین چیزیں بنا رہا ہے جن میں کسی حقیر سی شے کاغذ کے پرزے تک کے خود بخود بننے کو کوئی بھی عقل مند شخص تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ لیکن جب ہم اپنے جسم کو دیکھتے ہیں تو ہم دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ اسے بننے کے لیے کسی خالق کی ضرورت نہیں تھی؟ یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ جس مادے سے ہمارا جسم بنا وہ پہلے سے ماں کے پیٹ میں موجود تھا اور وہ بغیر کسی عمل دخل اور ڈیزائن کے خود بخود ہاتھوں، انگلیوں، بازوں، گردن، ہڈیوں، آنکھوں، پاؤں، ٹانگوں، جبڑوں....... وغیرہ میں تبدیل ہو کر انسان کی مطلوبہ شکل میں ظاہر ہو گیا ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے............ ؟ کوئی عقلمند انسان اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے.........؟ فرض کریں کسی ایک ماں کے پیٹ میں مادے نے اپنے آپ کو ہمارے جسم میں تبدیل کر لیا (جو کہ ناممکن ہے) تو باقی کروڑوں انسان جو دنیا میں آئے اور مسلسل آ رہے ہیں ان سب کے خود بخود انسان بن کر دنیا میں آنے کی توجیہ کس قانون اور قاعدے سے کی جا سکتی ہے.....؟

ذرا سوچیں!

کسی گاڑی، موٹر سائیکل یا جہاز کے انجن وغیرہ پر غور کریں کہ اسے ڈیزائن کرنے والے نے تمام بنیادی وضروری چیزوں کا کس طرح خیال رکھا ہے۔کس قدر پیچیدہ پائپوں (Pipes) کا نظام بنایا ہے۔آئل ڈالنے کا راستہ اور انجن تک پہنچنے کا نظام، جہاں جہاں جس چیز کے پہنچنے کی ضرورت ہے اسکی ترسیل کے راستے اور نظام، پھر فالتو اور استعمال شدہ اشیاء کے اخراج کے نظام........ وغیرہ۔اب کوئی یہ کہے کہ یہ سارے نظام کسی کے ڈیزائن کئے اور بنائے بغیر خود بخود بن گئے ہیں تو کوئی عقلمند اسے تسلیم کرے گا.....................؟

تو پھر ذرا سوچئے اپنے وجود پر کہ: غذا چبانے اور معدے تک لے جانے کے پائپ اور نظام، معدے سے ضروری اجزاء کے خون میں شامل ہونے کا انتہائی پیچیدہ نظام، پاخانے کی صورت میں استعمال شدہ فالتو غذا کے اخراج کا نظام، خون سے زہریلے مادے علیحدہ کرنے کا گردوں کا نظام، پھر ان زہریلے مادوں کو پیشاب کی صورت میں اخراج کے پائپ اور نظام، تیز رفتاری اور دباؤ کے ساتھ صاف خون کی دل سے پورے جسم کو ترسیل کا انتہائی پیچیدہ نالیوں کا سسٹم، پھر گندے خون کی واپسی کا نظام، دماغ سے پیغامات ہر عزو (Organ) تک پہنچانے کا برقی نظام....... کیا یہ سب کچھ کرنے کیلئے کسی ڈیزائنر کی ضرورت نہ تھی........؟ کیا یہ سب کچھ خود بخود بن گیا ہے.........؟ کیا انسان کے یہ نظام گاڑی کے انجن سے بھی گھٹیا ہیں کہ اسکے لئے کسی ڈیزائنر کی ضرورت نہیں.......؟ اگر کوئی کہتا ہے کہ ضرورت نہیں تو اس سے بڑا کائنات کا جھوٹ کوئی نہ ہوگا۔

<u>ان حقائق سے چشم پوشی تو کی جاسکتی ہے، لیکن ایک ذی شعور صاحب عقل انسان کے لیے ایک لامحدود طاقت کے حامل خالق کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔اللہ کے انکار سے پہلے اپنے وجود کی بھی نفی کر دینی چاہیے۔حیرت ہے انسان اپنے وجود کو تو تسلیم کرتا ہے لیکن اپنے وجود کے خالق کو نہیں مانتا۔</u> کیا انکار محض اس وجہ سے ہے کہ ہمیں بنانے والا کوئی نظر نہیں آتا......؟ خالق نے ناقدر انسان سے سوال کیا ہے:

﴿نَحۡنُ خَلَقۡنٰكُمۡ فَلَوۡلَا تُصَدِّقُوۡنَ۝﴾ (الواقعہ:56،آیت:57)

''ہم نے ہی تم سب کو پیدا کیا ہے پھر تم (اس حقیقت کی) تصدیق کیوں نہیں کرتے؟''

اللہ پر کامل یقین لانے کے لیے مذکورہ وضاحت کافی ہے،لیکن مذکورہ سوال کی کچھ مزید تفصیل پیش کرتے ہیں تاکہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔

تخلیق انسان کے مراحل

اپنے بارے میں یہ حقیقت جان لینے کے بعد کہ ہم مادے کی نہایت قلیل اور نا قابل قدر مقدار سے بنائے گئے ہیں۔اب ذرا اپنی تخلیق کے مختلف مراحل کے متعلق نہایت اختصار سے آگاہی حاصل کرتے ہیں تاکہ ہم اپنی حقیقت سے آگاہ ہوسکیں اور اپنے خالق کے ممنون ہوسکیں جس نے ہمیں ناقابل ذکر چیز سے وجود بخشا اور ایک ذرے سے پورا انسان بنادیا۔ انسانی بیج زائیگوٹ (Zygote) میں خلیوں کی تقسیم کا عمل شروع ہوجاتا ہے،ایک سے دوخلیے،دو سے چار خلیے، پھر چار سے آٹھ بن جاتے ہیں۔ملاپ کے تین دن بعداس تقسیم کے ذریعے 12 سے 16 خلیوں کی ٹھوس سی گیند بن جاتی ہے جسے مرولا (Morula) کہتے ہیں جو کہ رحم کی نالی سے پھسلتے ہوئے رحم مادر (Uterus) میں داخل ہوجاتا ہے۔چوتھے دن مرولا تبدیلیوں سے گزرتے ہوئے نئی چیز میں تبدیل ہوجاتا ہے جس کا نام بلاسٹوسسٹ (Blastocyst) ہے جو کہ مختلف تبدیلیوں سے گزر کر رحم مادر میں اپنے رہنے کے لئے نہایت محفوظ اور موزوں جگہ تلاش کر کے رحم مادر کی دیوار کے ساتھ چپک جاتا ہے تاکہ وہاں پر اپنا مسکن بنا سکے اور رحم مادکی دیوار سے اپنی خوراک حاصل کرسکے۔

کچھ ہی دنوں بعد ہم رحم مادر میں نہایت محفوظ اور موزوں جگہ تلاش کر کے رحم مادر کی دیوار کے ساتھ چپک جاتے ہیں۔اے انسان تمھارے ساتھ اتنا بڑا کام کیا خود بخود ہو رہا ہے؟

تقریباً 20 دن کے بعد ہم کسی حیوان نما حالت (جونک کی شکل) میں تبدیل ہوجاتے ہیں جس کے لئے قرآن مجید میں ''علقہ'' کی اصطلاح بیان ہوئی ہے۔تیسرے ہفتے کے بعد دماغ، دل، عصبی ڈورے (Spinal Cards) اور نظام دوران خون کی ابتداء ہوجاتی ہے۔اسطرح عموماً 23 ویں دن ہماری حالت کسی نرم چبائی ہوئی چیز (دانتوں میں چبائی ہوئی چیونگم) کی طرح ہوجاتی ہے۔اس حالت کو قرآن مجید میں ''مضغہ'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔چوتھے ہفتے میں ہڈیاں بننے کا عمل ہونے لگتا ہے جسکی وجہ سے کھڑا پن پیدا ہوجاتا ہے۔اس مرحلے کو قرآنی اصطلاح میں عظام کہا گیا ہے۔

اس کے بعد عضلاتی (گوشت کی) پٹیاں مخصوص طریقے سے لپٹنے لگتی ہیں جس سے جینیاتی دورانیہ (Embryonic period) مکمل ہوجاتا ہے۔ ہمارے تخلیق کے مختلف مراحل کا تذکرہ ہمارے خالق نے یوں کیا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ ، ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ، ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾

(المومنون:23،آیت:14۔12)

''پھر نطفہ (قطرہ) کو ہم نے علقہ (جونک نما ساخت) بنایا، پھر علقہ کو مضغہ بنایا، پھر اس میں ہڈیاں پیدا کیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا کر نمودار کر دیا۔ تو کیا ہی برکتوں والی ہستی ہے اللہ جل جلالہ کی، جو پیدا کرنے والوں میں سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے''

نوٹ: مذکورہ آیت پر غیر مذاہب کے اعتراضات کا جائزہ ہماری تحریر کائنات سے خالق کائنات کے آخر میں پیش کر دیا گیا ہے۔

ہماری تخلیق کو دو بنیادی ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱)۔جینیاتی دورانیہ (Embryonic Period): یہ دورانیہ پانچ یا چھ ہفتوں میں مکمل ہوتا ہے ۔اس میں سوائے تولیدی اعضاء کے باقی اہم اعضاء کی نمو ہو جاتی ہے۔

(۲)۔فیٹل دورانیہ (Fetal Period)

یہ دورانیہ 9 ویں ہفتہ سے شروع ہوتا ہے اور انسان کی جس عمارت کی بنیاد جینیاتی دورانیہ میں رکھی گئی تھی ۔اس عرصہ میں اس کی تکمیل شروع ہوتی ہے۔ انقلابی تبدیلیوں کے ذریعے انسان کا تشخص اجاگر ہو جاتا ہے۔ دیکھنے، سننے، محسوس کرنے، ذائقہ چکھنے اور عقل و شعور کی قوتیں مل جاتی ہیں اور 9 ماہ میں ہمارا جسم ذرے سے آفتاب بن کر عالم دنیا میں آجاتا ہے۔ یوں ایک ناچیز اور حقیر قطرہ ایک نئی صورت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس آخری مرحلے کو قرآن مجید میں ''انشاء'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

خالق ہمیں کسطرح تخلیق کے مختلف مراحل سے گزار رہا ہے، درج ذیل تصاویر پر غور کریں اور عبرت حاصل کریں:

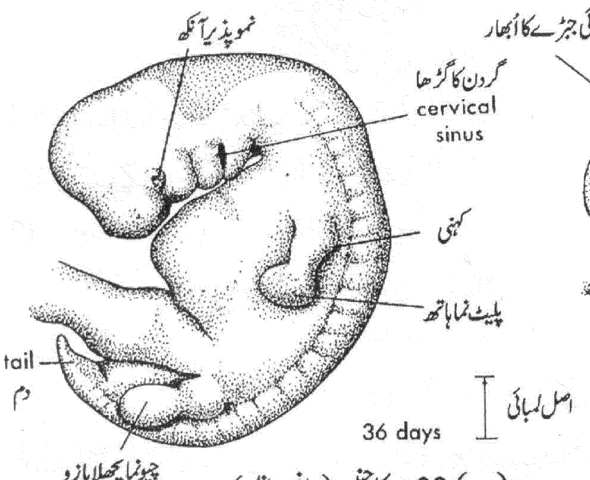

(ب) 36دن کا جنین (جانبی منظر)

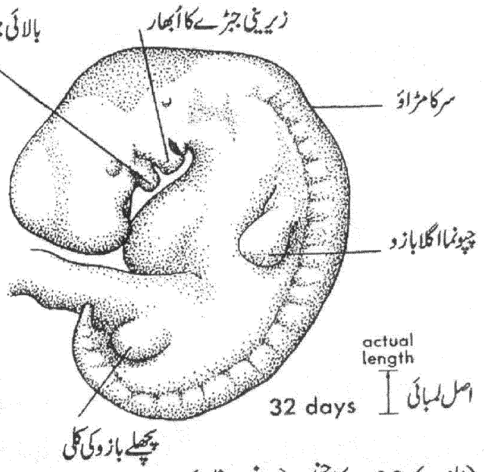

(الف) 32دن کا جنین (جانبی منظر)

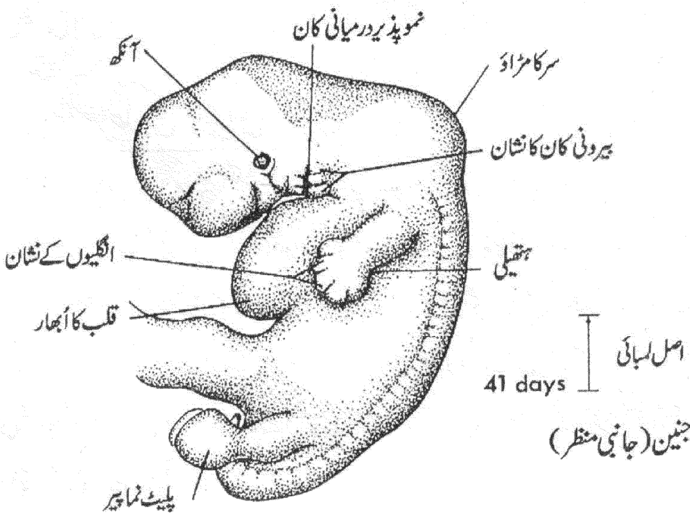

(ج) 41دن کا جنین (جانبی منظر)

ہمارے ہاتھ کیسے اپنی اصل حالت میں آتے ہیں، غور کیجئے اور اپنے خالق پر ایمان لائیے:

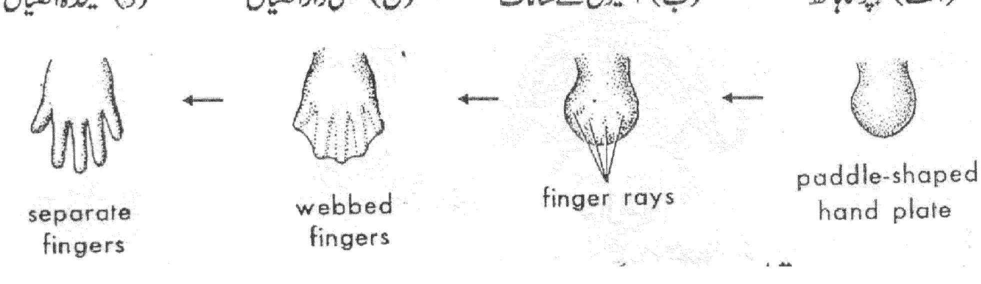

ہمارا چہرہ کسطرح بنتا ہے، دیکھئے اور عبرت پکڑیئے:

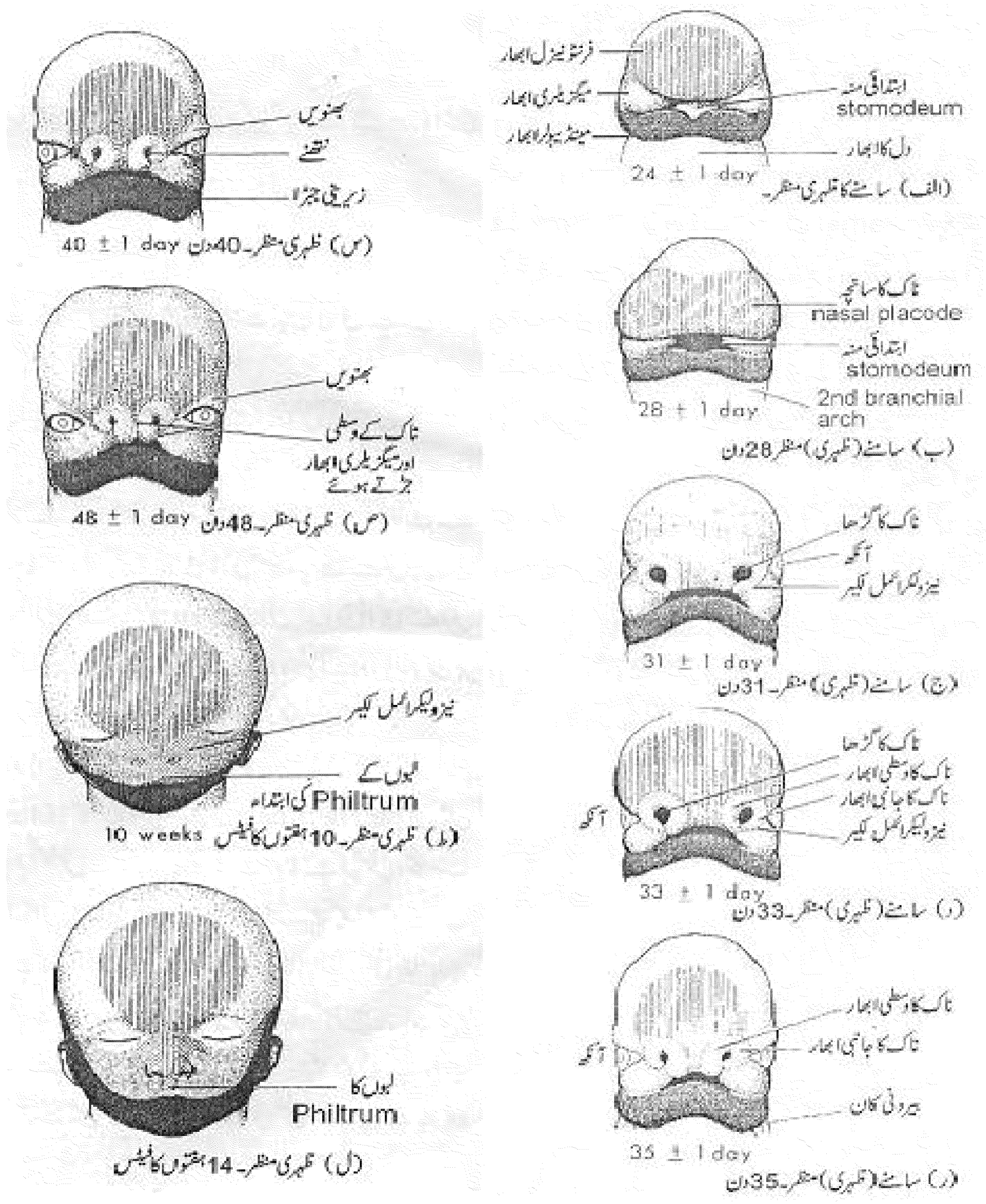

<u>ہم کیا تھے!</u> ماں کے پیٹ میں 20 دن بعد ہماری جسامت صرف 3 ملی میٹر تھی، پھر 30 دن بعد ہماری لمبائی 7 ملی میٹر ہوگئی، 40 دن بعد ہم 11 ملی میٹر کے تھے، 50 دن بعد 22 ملی میٹر کے ہوگئے، 60 دن بعد 50 ملی میٹر کے۔ پھر 5 ماہ بعد اللّٰہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے ہمیں 19 سنٹی میٹر کا کردیا اور بالآخر 9 ماہ بعد بعد ہم تقریباً 36 سنٹی میٹر کی جسامت لے کر عالم دنیا میں آگئے۔ وہ ذات جس

نے ہمیں ذرے سے پورا انسان بنایا اسے بھول جانا کیا عقلمندی ہے؟

اس حقیقت سے آگاہ ہوجانے کے بعد کہ ہم ایسے بیج سے بنے ہیں جو اتنا چھوٹا ہے کہ ہماری آنکھ اُسے دیکھ بھی نہیں سکتی ۔اسکے بعد ہمیں عطا کئے گئے مختلف نہایت قیمتی اعضاء: دل، دماغ، جگر، گردے، آنکھ، کان، زبان، دانت، ہاتھ، پاؤں، نظام انہضام، پیشاب کا نظام، نظامِ تولید...... پر غوروفکر کی ضرورت ہے کہ انہیں کتنی عمدگی اور اپنے اپنے فعل کی مناسبت سے کتنا موزوں ڈیزائن کیا گیا ہے۔ان میں موجود حکمتیں، کام کی مناسبت سے ڈیزائن اوران گنت حقائق کی موجودگی میں کوئی بیوقوف ہی خالق کا انکاری ہوسکتا ہے! اہل عقل کیلئے تو ہر عضو خالق تک رسائی کا بہت واضح ثبوت ہے۔اختصار کی خاطر ان اعضاء کی وضاحت اس تحریر میں نہیں پیش کی گئی۔اسکے لئے دیکھئے ہماری تحریر: (کائنات سے خالقِ کائنات تک)

چند نا قابلِ تردید ثبوت

جیسا کہ آپ جان چکے کہ ہمارے وجود میں ہر (Macro & Micro) لیول پر اللہ کی ان گنت واضح نشانیاں موجود ہیں۔اور (Micro) لیول پر انسانی وجود کو گہرائی سے دیکھا جائے تو اس میں موجود اللہ کی نشانیاں کا احاطہ کرنا ہی ممکن نہیں۔ بہرکیف یہاں ہم (Macro) لیول پر چند نشانیوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو خالق کے وجود کا نا قابلِ تردید ثبوت (Undeniable Facts) ہیں:

(ا)۔ ہمارا دل جو کہ بہت نازک ہے، اسے بڑی حفاظت سے سینے کی مضبوط ہڈیوں کے پنجرے کے اندر رکھا گیا ہے، کیونکہ اس پر زندگی کا انحصار ہے۔اسے ایسی جگہ رکھا گیا ہے جہاں اس کی مکمل حفاظت ہوسکے۔انسان چاہے دوڑے، لیٹے، گرے، اسے کوئی چوٹ آئے، ان حادثات کا اثر آسانی سے دِل تک نہیں پہنچتا۔کیا اسے اتنی محفوظ جگہ رکھنے کی کسی نے منصوبہ بندی نہ کی ہوگی؟ اسے مطلوبہ محفوظ مقام پر رکھنے میں کیا ہمارا اپنا کوئی عمل دخل ہے؟ اگر اسے اتنی محفوظ جگہ پر نہ رکھا جاتا تو پیدا ہونے کے بعد بہت جلد ہم اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔!

(۲)۔اسی طرح ہمارا دماغ بھی دل کی طرح انتہائی نازک ہے،اسے مطلوبہ جگہ رکھ کر بیرونی حادثات سے بچانے کیلئے اس کے گرد انتہائی مضبوط خول (Skull) ڈیزائن کیا گیا ہے۔اگر دماغ کے گرد یہ مضبوط خول نہ ہوتا تو ہم چند دن ہی زندہ رہ سکتے۔ یہ ساری منصوبہ کس نے کی ہے؟ کیا ہم نے ماں کے پیٹ کے اندر یہ فیصلہ کیا ہے؟ یا ہمارے والدین نے؟ افسوس کہ اتنی واضح نشانیاں دیکھ کر بھی انسان اپنے خالق سے غافل ہے۔!

(۳)۔آنکھوں کی تفصیل میں جانے کی بجائے اپنے آپ سے صرف یہی سوال کرلیں کہ کیا انسانی گوشت کے اندر اتنی پیچیدہ چیز جو عام گوشت سے بالکل مختلف ہو، جس میں شیشے کی طرح کا عدسہ ہو، جس کی پُتلیاں خود بخود کھلتی اور بند ہوتی ہوں، پتلیوں کی حرکت کے لئے خاص قسم کے مائع کا اخراج ہونا کہ پتلیاں رگڑ سے بچ سکیں، اگر یہ مائع زیادہ مقدار میں خارج ہو تو آنکھ سے ہر وقت پانی بہتا رہے اور ہمیں ہر وقت اسے صاف کرنا پڑے اور اگر ضرورت سے کم مقدار میں خارج ہو تو آپ کی آنکھ کی پتلیاں حرکت نہ کرسکیں اور آنکھ اکڑ جائے۔ پھر آنکھوں کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے انہیں محفوظ جگہ ہڈی کے گڑھوں میں رکھا تا کہ چوٹ کی صورت میں ضائع ہونے سے بچ سکیں، ان تمام امور کا خیال کس نے رکھا ہے؟

(۴)۔سانس کی نالی قدرت کی ایسی واضح نشانی ہے جو شک کا مکمل خاتمہ کرتے ہوئے فوراً اہل بصیرت کو خالق تک پہنچا دیتی ہے۔ چونکہ ہماری زندگی کے لئے ہوا کی مسلسل فراہمی انتہائی ناگزیر ہے، اس لئے یہ نالی اتنی سخت ہونی چاہیے تھی تا کہ اس کی دیواریں باہم مل کر ہوا کے رستے کو بند نہ کرسکیں۔اس بنیادی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اگر اسے لوہے کی طرح سخت مادے (Material) سے بنایا جاتا تو ہماری گردن سیدھی اکڑی رہتی ہم اسے دائیں بائیں، اوپر نیچے موڑ نہ سکتے اور اگر اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نرم بنایا جاتا تو گردن موڑتے ہوئے یہ نالی بند ہو جاتی۔یوں ہماری زندگی تمام ہو جاتی۔۔قربان جائیں اللہ تعالیٰ کی بہترین صنعت گری پر جس نے سانس کی نالی کو بہت مہارت سے اس طرح ڈیزائن کیا کہ مذکورہ دونوں ضرورتیں پوری

ہوسکیں۔ لچکدار کری ہڈی کے قطعات کو گوشت سے جوڑا تا کہ گردن کی حرکت بھی آسانی سے ہوسکےاور مادہ ایسا استعمال کیا جو لچک کی وجہ سے بند بھی ہوتو فوراً خود بخود کھل جائے۔

مزید یہ کہ سانس کے رکتے ہی زندگی تمام ہوجاتی ہے۔اسلئے سانس اندر لے جانے کیلئے ایسا(Fool Proof) نظام بنایا کہ سانس کی ترسیل ایک لمحے کیلئے بھی رک سکے، یعنی منہ اور ناک (جس کے سوراخ) ہروقت کھلے رہتے ہیں

محترم ساتھیو! اتنی واضح نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی کیا اللہ تبارک وتعالیٰ پر شک کی گنجائش باقی ہے؟ کیا اس سانس کی نالی کو بنانے میں انسان کا کوئی عمل دخل ہے؟ یہ سانس جو خود بخود آرہے ہیں، اگر ہمیں خود سانس لینا پڑجائے تو شاید ہم ایک دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں۔ کیا ہمیں اللہ کا فرمانبردار اور شکرگزار نہیں ہونا چاہیے جس نے ہمیں یہ نعمتیں عطا کیں؟

(۵)۔ ہمارے دانت ہم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ یہ گوشت سے نکالے گئے ہیں دانتوں کا سفید رنگ چہرے کے لئے سب سے زیادہ موزوں تھا۔ سفید کے علاوہ کوئی اور رنگ جیسے سرخ یا سیاہ ہوتا تو انسان سے ڈرلگتا۔ دانتوں میں اللہ تعالیٰ کی بہت نشانیاں ہیں۔ دانتوں کا جبڑوں سے نکل کر بڑھنا پھر ایک خاص لمبائی پرآ کر رک جانا، اللہ کی نشانی ہے۔ اگر یہ بڑھتے ہی رہتے تو ہماری زندگی عذاب بن جاتی۔ کیا ان کو ہم نے روکا ہے؟ پھر ان کی ساخت پر غور کریں، کسی بھی چیز کو کھانے کے لئے پہلے کاٹنے کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سامنے والے دانت تیز اور نوکیلے بنائے تا کہ ہم خوراک کو آسانی سے کاٹ سکیں اور پچھلے دانت چوڑے بنائے تا کہ خوراک کو پیسا جاسکے۔ کیا یہ سب کچھ ہم نے اپنی مرضی سے کیا ہے؟ ہرگز نہیں اللہ تک پہنچنے کے لئے تو ہمارے دانت ہی کافی ہیں جو زبان حال سے اپنے خالق کی صنعت گری کا اعلان کررہے ہیں۔ کاش ہم ان دانتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے خالق کو بھی یاد رکھیں اور اس کا شکر ادا کریں۔ کیا منہ کا گوشت خود بخود دانتوں میں تبدیل ہوگیا ہے؟ دانتوں کے مادے (Material) پر غور کریں: اگر یہ نرم ہوتا تو غذا کو چبا نہ سکتا اور لوہے کی طرح سخت ہوتا تو ہماری

زبان کو کاٹ دیتا۔ خالق نے ایسے مادے کا انتخاب کیا ہے جو مذکورہ کام کے لئے موزوں ترین تھا۔ عقل والوں کے لئے دانتوں میں قدرت کی بالکل واضح نشانیاں ہیں۔

کیا کسی اہل عقل کیلئے خالق کی صنعت گری کے مذکورہ ناقابل تردید حقائق کو جھٹلانا ممکن ہے؟

----

(2)۔ اللہ کی نشانیاں۔ آفاق عالم میں

بنیادی سوال؟ آفاق عالم میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے حوالے سے جو بنیادی سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ عالم دنیا میں کچھ کام تو انسان کے ذمے ہیں جیسے زمین میں ہل جوتنا، بیج بونا، پانی لگانا فصلوں کو کاٹنا، آٹا گوندنا، مکانات تعمیر کرنا، آلات بنانا وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے مشاہدے میں ہے کہ ایسے کام خود بخود نہیں ہوتے بلکہ انہیں کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی کہے کہ امریکہ میں ہوائی جھکڑ چلنے سے لوہے وغیرہ کا کچرا اکٹھا ہوا جس سے خود بخود ہوائی جہاز (Boeing) بن گیا۔ دنیا کا کوئی انسان اسے تسلیم نہیں کرے گا بلکہ ایسا دعویٰ کرنے والے کو لوگ کہیں گے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ یا کوئی کہے کہ فلاں مکان یا پلازہ خود بخود تعمیر ہو گیا ہے، کیا اس بات کو تسلیم کیا جائے گا؟ یہاں تک کہ چھوٹی سے چھوٹی چیز، کاغذ، قلم وغیرہ کے خود بخود بننے کو کوئی تسلیم نہیں کرے گا کیوں کہ ان چیزوں کو کبھی ہم نے خود بخود بنتے نہیں دیکھا۔

توجہ طلب بات! یہ ہے کہ انسان کا پیدا ہونا، درختوں کا اگنا، ان پر خوش ذائقہ پھلوں کا لگ کر پکنا، خوبصورت پھولوں کا پیدا ہونا، مختلف اقسام کے جانوروں کا پیدا ہونا، سورج اور چاند کا مقررہ اوقات پر چڑھنا، ڈوبنا، دن رات کا بدل بدل کر آنا جانا وغیرہ، کیا کاغذ، قلم وغیرہ سے بھی گئے گزرے کام ہیں کہ جن کے متعلق ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ قدرتی عوامل ہیں جو خود بخود ہو رہے ہیں۔ اگر ہم ان چیزوں پر غور و فکر کریں تو یقیناً ان چیزوں کے تخلیق کرنے والے تک پہنچ جائیں۔ اسی لئے خالق کائنات نے انسان کو کائنات میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ، الَّذِیۡنَ یَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَ یَتَفَكَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ (آل عمران:3 : 191۔190)

''یقیناً آسمان اور زمین کی پیدائش میں اور رات و دِن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔وہ لوگ جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے، بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے یہ سب بے فائدہ نہیں بنایا،تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے''

آفاق عالم میں موجود اللہ کی بے شمار نشانیوں میں سے چند مزید نشانیاں دیکھنے کے لئے آئیں اللہ تعالیٰ کی اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے چند چیزوں کے کچھ پہلوؤں پر تفکر کریں تا کہ اپنے خالق تک پہنچ جائیں۔

<u>اللہ ﷻ کے ہونے کا بڑا ثبوت:</u> اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہونے کا بہت بڑا ثبوت اس کی وہ مخلوق ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں۔ پوری کائنات مخلوق ہے یعنی یہ تخلیق ہے خالق نہیں۔اگر ہم کائنات کو مخلوق تسلیم کرتے ہیں تو لازماً اس کا کوئی خالق بھی ماننا پڑے گا۔مخلوق کو تسلیم کرنا اس کے وجود کی گواہی دینا، لیکن خالق کو تسلیم نہ کرنا بالکل بے معنی بات ہے، گویا خالق کے وجود کا انکار دراصل مخلوق کے وجود کا انکار ہے۔مثال کے طور پر کوئی بادشاہی مسجد کے لاہور میں موجود ہونے کو تو تسلیم کرے لیکن اس کے معمار کو تسلیم نہ کرے اور کہے کہ یہ فلاں تاریخ کو خود بخود بن کر کھڑی ہوگئی تھی۔کیا لوگ اس بات کو تسلیم کریں گے؟ ہرگز نہیں تو پھر کائنات کا وجود اس میں موجود نظم وضبط اور اس کی اتھاہ معنویت کی اسکے سوا اور کوئی توجیہ ممکن نہیں کہ اسے کسی نے بنایا ہے، جسکی طاقت وقدرت لامحدود ہے، جس کا احاطہ انسان کی سوچ نہیں کرسکتی۔

کائنات کا تعارف

اب ہم کائنات اور اسکی کچھ مخلوقات کا اختصار کے ساتھ اسکے چند اہم پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ ہم اپنے پروردگار کو پہچان کر اس کے مطیع وفرمانبردار بن سکیں۔

<u>کائنات کی ابتداء:</u> کائنات کی ابتداء کے متعلق یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ لگ بھگ 13.7 ارب سال پہلے غیر معمولی عظیم دھماکہ (Big Bang) ہوا جس کے نتیجے میں کثیر تعداد میں کہکشائیں (Galaxies) وجود میں آئیں۔ اس عظیم دھماکے کی دریافت کی ابتداء 1929ء میں امریکہ کے ہبل نامی سائنسدان سے ہوئی جس نے دوربین کے ذریعے دیکھا کہ کہکشائیں ایک دوسرے سے دور حرکت کر رہی ہیں ۔ پھر 1960 میں رابرٹ ولسن نے اس نظریے کی مخصوص شعاؤں (Microwave Background) سے تصدیق کی اس کے بعد 1990ء میں مختلف ذرائع سے دوبارہ تصدیق کی گئی۔ ماہرین کونیات (Cosmologists) کا کہنا ہے کہ جب وقت کا ابھی آغاز نہیں ہوا تھا (At t= 0) اس وقت یہ پوری کائنات ایسے چھوٹے سے ریاضیاتی نکتے کی طرح تھی جس کا حجم صفر تھا لیکن اس کی کثافت (Density) لامحدود تھی۔ دھماکے کے بعد جیسے جیسے وقت بڑھتا گیا (t=0,1,2,3,4,5,6.... sec) یہ نکتا پھیلتا گیا جس سے بالآخر پوری کائنات وجود میں آگئی ۔ اسطرح یوں لگتا ہے کائنات کو ایک ناچیز سے وجود میں لایا گیا ہے (Universe created from nothing)۔ سائنسی اصولوں کے تحت دھماکے کے بعد ان گنت سیارے آپس میں ٹکرا کر ختم ہو جانے چاہئیں تھے کیونکہ دھماکوں کا نتیجہ تباہی ہوتا ہے نہ کہ نظم و تنظیم۔ لیکن ایسا نہ ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ کوئی بیرونی قوت ان پر کارفرما تھی جس نے ایسے نہ ہونے دیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنا بڑا مقصدیت اور معنویت وحکمت پر مبنی واقعہ جو کائنات کی تخلیق کی وجہ بنا وہ بغیر کسی کے کیے خود بخود کیسے ہو گیا ہے؟

کائنات کی وسعت (Size of Universe)

یہ کائنات جس میں ہم زندگی کے شب وروز گزار رہے ہیں فلکیات کے مطالعہ سے اسکی وسعتوں کا

جواندازہ لگایا گیا ہے وہ انسان کو حیران وششدر کردیتا ہے ۔ ماہرین فلکیات کے اندازے کے مطابق کائنات کے نظر آنے والے حصے(Visible Universe) میں 300ارب سے زائد کہکشاؤں (Glaxies) کا اندازہ لگایا گیا ہے جبکہ نظر آنے والی کائنات کل(Overall) کائنات کا چھوٹا سا حصہ ہے۔ یہ کہکشاں آسمان پر چمکتے ہوئے کسی ستارے کا نام نہیں بلکہ کہکشاں بذات خود اتنی بڑی ہے کہ اس میں 250ارب سے زائد ستاروں(Stars) کا اندازہ لگایا گیا ہے۔ ماہرینِ فلکیات نے بات کو عام فہم کرنے کے لئے تمثیلاً یہ بات بیان کی ہے کہ دنیا کے تمام سمندروں کے کنارے ریت کے جتنے ذرات ہیں، شاید اسی قدر آسمان میں ستاروں کی تعداد ہے۔

<u>یہ ٹمٹماتے نکتے نہیں!</u> رات کے وقت آسمان پر نظر آنے والے ٹمٹماتے ستارے کوئی روشنی کے نکتے یا لٹکی ہوئی قندیلیں نہیں (جیسا کہ پہلے لوگوں کا خیال تھا) بلکہ یہ بہت بڑی جسامت رکھتے ہیں۔ ان میں کچھ کا سائز سورج کے برابر ہے، کچھ اس سے بڑے اور کچھ چھوٹے ہیں۔ بعض اتنے بڑے ہیں کہ لاکھوں زمینیں ان کے اندر رکھی جاسکتی ہیں۔ جیسے ہمارا سورج جو کہ زمین سے 13لاکھ گنا بڑا ہے۔

کائنات اور ہماری زمین پر بے شمار ''Fine Tunings'' ہیں جن میں تھوڑی سی تبدیلی بھی کائنات اور اس میں موجود زندگی کو ختم کرسکتی ہے۔ جیسے ایٹم میں موجود قوتیں، سیاروں میں باہمی کشش، زمین اور سورج کا فاصلہ، زمین کا سورج کے ساتھ زاویہ، گیسوں کا تناسب وغیرہ۔

<u>باہمی فاصلے:</u> ان ستاروں کے باہمی فاصلے اسقدر زیادہ ہیں کہ انسانی ذہن حیرانی و پریشانی میں سوچتا ہی رہ جاتا ہے۔ زمین کے سب سے قریب چاند ہے، جو کہ زمین سے 2لاکھ،40ہزار میل دور ہے۔ (سورج بذات خود اتنا بڑا ہے کہ اس کا سائز (قطر)8لاکھ،65ہزار میل ہے جی ہاں ایسا ہی ہے!!)، ان میں بعض کے باہمی فاصلے ہزاروں اور لاکھوں نوری سالوں میں ہیں جو کہ اور ہی نہ سمجھ آنے والی بات ہے۔ ہماری اپنی کہکشاں جسے ہم رات کو سفید دھاری(Milky way) کی شکل میں دیکھتے ہیں اس کا سائز ایک لاکھ نوری سال ہے۔ یاد رہے کہ ایک نوری سال کا مطلب ہے روشنی جو کہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار کلومیٹر فی سیکنڈ سے حرکت کرتی ہے وہ ایک سال میں جتنا فاصلہ طے کرے گی وہ ایک نوری سال ہوگا جو کہ 10ٹریلین کلومیٹر (1.0 Light year = 10 Trillian

Km) کے برابر ہے۔ پھر یہ کہکشاں ایک اور بڑی کہکشاؤں کے جھرمٹ کا حصہ ہے جس میں اسی طرح کی 17۔ کہکشائیں حرکت کررہی ہیں اور پورے مجموعے کا سائز (قطر) 20 لاکھ نوری سال سے زائد ہے۔

<u>مداروں میں حرکت:</u> پھر یہ ستارے اور سیارے ساکن نہیں بلکہ مخصوص مداروں میں اپنے اپنے نظاموں کے ساتھ اپنے محور کے گرد اور دیگر ستاروں کے گرد مسلسل گردش کررہے ہیں۔ ان کی حرکت حیرت انگیز طور پر نہایت تنظیم اور باقاعدگی سے ہورہی ہے۔ دوران حرکت بعض اوقات ایک کہکشاں (Galaxy) دوسری کہکشاں کے اندر سے گزر بھی جاتی ہے اس کے باوجود بھی ستاروں کا باہمی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ہمارے دن اور رات کا بدل بدل کر آنا جانا زمین کی حرکت کی بدولت ہے، چاند کی گردش سے قمری مہینے بنتے ہیں ۔ یہ سب چیزیں ایک خاص ترتیب (Schedule) کے مطابق چل رہی ہیں۔ آج سے ہزاروں سال پہلے مئی کا مخصوص دن اور آج کے مئی کے اُسی دن کا سورج کے چڑھنے اور غروب ہونے کا وقت ایک جیسا ہے۔ ان کا حرکت کرنا اور ان میں حیرت انگیز نظم وضبط کا پایا جانا کیا زبان حال سے پکار پکار کر یہ عندیہ (Indication) نہیں دے رہا کہ ان کے پیچھے کوئی لامحدود طاقت کارفرما ہے۔ کیا یہ سب کچھ خود بخود ہوسکتا ہے؟۔ کاغذ، پنسل کے خود بخود بننے کو تو ہم ماننے کو تیار نہیں، پھر یہاں ہمیں کیوں دھوکہ لگ جاتا ہے؟ کوئی بھی عقل وشعور رکھنے والا انسان یہ تصور نہیں کرسکتا کہ یہ سب خود بخود ہورہا ہے۔ ان کو جس نے بنایا ہے اور حرکات کا پابند کیا ہے، وہ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ؕ وَ النُّجُوۡمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمۡرِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ﴾ (سورۃ نحل:16، آیت:12)

''اور اُس نے پابند کررکھا ہے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو اور دیگر ستارے بھی پابند ہیں اس کے حکم سے۔ یقناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں''

اتنی بڑی کائنات کا تخلیق ہونا، اس کا حرکت پذیر رہتے ہوئے اپنے وجود کو برقرار رکھنا اور قائم ودائم

رہنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسے کسی ایسے خالق نے بنایا ہے جس کی صلاحیتوں کا ادراک کرنا انسانی ذہن کے بس کی بات نہیں۔ یوں اس کائنات کی تخلیق اور اس کا قائم رہنا عظیم خالق کی عظم نشانی ہے جس کا اعلان قرآن مجید نے یوں کیا:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ اَنۡ تَزُوۡلَا ۬ۚ وَ لَئِنۡ زَالَتَاۤ اِنۡ اَمۡسَکَہُمَا مِنۡ اَحَدٍ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیۡمًا غَفُوۡرًا﴾

(سورہ فاطر:35،آیت:41)

''یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت سے سرک نہ جائیں اور اگر وہ موجودہ حالت کو چھوڑ دیں تو پھر اللہ کے سوا کوئی دوسرا اس کو تھام نہیں سکتا، یقیناً وہ ہے بڑا حلیم اور درگزر کرنے والا''

ایک اور مقام پر اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا:

﴿وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ تَقُوۡمَ السَّمَآءُ وَ الۡاَرۡضُ بِاَمۡرِہٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاکُمۡ دَعۡوَۃً ٭ۖ مِّنَ الۡاَرۡضِ ٭ۖ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ تَخۡرُجُوۡنَ﴾ (روم:30،آیت:25)

''اور اس کی نشانیوں میں ہے (یہ حقیقت) کہ قائم ہیں آسمان اور زمین اُسکے حکم سے ،پھر وہ جب تمھیں آواز دے گا تو ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آ ؤ گے ''

آئیں ہم اس بات پر فخر کریں کہ ہم اتنے عظیم خالق پر ایمان لانے والے ہیں جو بے انتہا وسعتوں والی کائنات کا خالق و مالک اور اسکا نگہبان ہے۔ ان حقائق سے آگاہی پر دل و جان سے اس پروردگار کے موجود ہونے کا عہد کریں، اُسکے راستے کو اپنا ئیں اور اسکی تابعداری میں زندگی گزارنے کا فیصلہ کریں۔ اللہ جل جلالہ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

انتہائی چھوٹی دنیائیں۔اللہ کی عظیم نشانی

جو نظم و ضبط بڑی بڑی دنیاؤں میں نظر آتا ہے وہی انتہائی چھوٹی دنیاؤں میں بھی نظر آتا ہے۔ اشیاء چھوٹے چھوٹے ذرات سے مل کر بنی ہیں جنھیں ہم ''ایٹم'' کہتے ہیں۔ ایٹم اتنا چھوٹا ہے کہ سوئی کی

نوک پر لاکھوں ایٹم آجاتے ہیں اور ابھی تک انسان طاقتور آلات کی مدد سے بھی اسے دیکھ نہیں پایا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے چھوٹی دنیا ہے۔ بصارت کے اعتبار سے یہ ایک لا شے ہے لیکن ہمارے نظام شمسی کی طرح حیرت انگیز طور پر اس میں بہت پیچیدہ گردشی نظام موجود ہے۔ اس میں دریافت ہونے والے الیکٹران مخصوص مداروں میں مرکز کے گرد گردش کرتے ہیں۔ اتنا چھوٹا ہونے کے باوجود ایٹم کو بڑے سکیل پر کیا جائے تو الیکٹران اور مرکزہ کے درمیان بہت فاصلہ نظر آتا ہے۔ مرکزہ کے اندر پروٹان نیوٹران کے علاوہ اور بھی کئی ذرات دریافت ہو چکے ہیں جو کہ ساتھ جڑے ہوئے نہیں بلکہ دور دور ہیں۔ ایٹم میں پائے جانے والے مربوط نظام میں اگر خلل آجائے، الیکٹران مرکزہ میں گر جائیں تو ہر ایٹم کی تباہی ہونے سے پوری کائنات تباہ ہو جائے۔

<u>باعثِ حیرت:</u> باعثِ حیرت ہے یہ بات کہ کس نے اتنے انتہائی چھوٹے پیمانے پر چیزوں کو بنایا اور ذرات کو حرکت دی اور مربوط نظاموں کے تحت انہیں چلایا۔ کیا یہ انسان نے کیا ہے جو ابھی تک اس بنے ہوئے ایٹم کو ٹھیک طرح سے دیکھ بھی نہیں سکا؟ ایٹم پر غور وفکر انسان کو ورطہء حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے کہ وہ کون ہے جو پوری کائنات کے اتنے چھوٹے ذرات تک کو بھی ہر وقت دیکھ رہا ہے۔

پودے اللہ کی بہت بڑی نشانی

پودے اس وسیع وعریض کائنات میں موجود اللہ کی بے شمار نشانیوں میں سے بہت بڑی اور واضح نشانی ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ بطور دلیل بیان کیا ہے۔ جیسے ایک جگہ یوں غور وفکر کی دعوت دی۔

﴿ يُنۢبِتُ لَكُمۡ بِهِ ٱلزَّرۡعَ وَٱلزَّيۡتُونَ وَٱلنَّخِيلَ وَٱلۡأَعۡنَٰبَ وَمِن كُلِّ ٱلثَّمَرَٰتِۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةٗ لِّقَوۡمٖ يَتَفَكَّرُونَ ﴾ (النحل۔16۔آیت۔11)

''اسی (بارش کے پانی) سے وہ تمھارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگو اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، بے شک اس میں <u>بڑی نشانی</u> ہے ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں''

چونکہ اللہ تعالیٰ نے پودوں کو اپنی نشانی قرار دیا ہے اور غور وفکر کی دعوت دی ہے اس لیے پودے کوئی

معمولی چیز نہیں جیسے عام طور پر ہم سمجھتے ہیں۔ آیئے اسکے چند پہلوؤں پر غور وفکر کریں۔

مثال:۔ پودوں میں غور وفکر سے خالق تک پہنچنے کے لیے پہلے ایک بنیادی قانون وقاعدے کو ایک عام فہم مثال سے سمجھ لیں۔ چیزوں کے ایک شکل سے دوسری شکل میں تبدیل ہونے کی کئی مثالیں آپ نے دیکھی ہوں گی جیسے گنا بیلنے میں ڈالنے سے اسکا رس حاصل ہوتا ہے، گنے کا رس مشینوں سے گزرنے کے بعد چینی میں تبدیل ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسے درج ذیل شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔

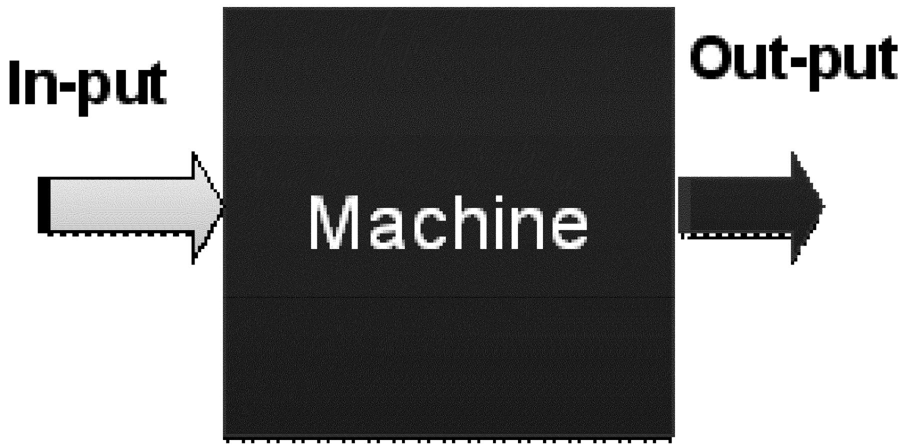

یعنی مشین میں کوئی چیز داخل کی گئی جیسے گنے کا رس، مشین نے اس پر کوئی عمل کیا اور اس نے اسے حاصل (Output) میں تبدیل کر دیا جیسے چینی۔ اس اصول کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم درختوں کے متعلق سوچتے ہیں۔ پودے پیدا ہونے کے عمل میں:

داخل(Input)	=	سیاہ مٹی، پانی، ہوا روشنی اور کھاد وغیرہ
حاصل(Output)	=	پودے (لکڑی، پتے، پھل، پھول، بیج)

اب ہم حاصل (Output) پر غور کرتے ہیں۔

(i) پودوں کی لکڑی پر غور کریں۔ بعض دیوہیکل پودوں میں ٹنوں کے حساب سے لکڑی ہوتی ہے، میٹروں میں تنے کا قطر ہوتا ہے۔ لکڑی کا یہ مادہ (Material) نہ تو زمین میں موجود تھا، نہ فضا میں، نہ ہی زمین کی مٹی لکڑی میں تبدیل ہوتی ہے کیونکہ اگر پودے مٹی کھاتے تو زمین ختم ہو چکی ہوتی تو پھر لکڑی کہاں سے آ گئی؟

(ii) پتوں کی ساخت ان کا سرسبز وشاداب مادہ (Material)، پتوں کا رنگ، پتوں کے کثیر تعداد میں مختلف ڈیزائن اور پھر ایک پودے کے تمام پتوں کا ایک جیسا نکلنا، پھر پتوں کا مادہ (Material) ایسا ہے کہ وقت کے ساتھ گل سڑ کر زمین کا حصہ بن جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا اور پتے اپنا وجود برقرار رکھتے تو پوری دنیا اب تک پتوں میں ڈوب چکی ہوتی۔ یہ سارے کام کیا بغیر کسی کے ڈیزائن کیے ہوئے خود بخود ہو گئے ہیں؟

(iii) مٹی سے پیدا ہونے والے پھولوں پر غور کریں۔ان کے خوبصورت طرح طرح کے رنگ جیسے سفید، سرخ، نیلا، پیلا، گلابی، آسمانی، زرد پھر ایک ایک پتی میں کئی کئی رنگوں کے ڈیزائن، پھولوں میں حیرت انگیز طریقے سے پتیوں کا جڑاؤ، پھر پھولوں کی خوشبو، یہ کہاں سے آئی ہیں، کیا یہ خود بخود بنتی جارہی ہیں۔

(iv) درخت کی ٹہنیوں پر برابر فاصلوں پر نئی شاخوں اور نئے پتوں کا نکلنا جیسے کسی نے پیمانے (Foot) سے ماپ کر انہیں نکالا ہو۔کیا یہ کافی ثبوت نہیں کہ انہیں کسی نے ڈیزائن کیا ہے؟

(v) ہر درخت کے پتوں، پھلوں اور ٹہنیوں کا اپنے اپنے ڈیزائن کے مطابق مخصوص سائز تک پرورش پا کر رک جانا کیا اس بات کا واضح ثبوت نہیں کہ انہیں کسی نے پوری طرح آگاہ کیا ہوا ہے ورنہ پتوں اور پھلوں کا سائز بڑھتا ہی جاتا۔ اگلا سوال یہ ہے کہ وہ کون ہے جس کی بات پودے بھی سمجھتے ہیں؟ کیا ہم نے انہیں بتلایا ہے؟۔

(vi) پھلوں کی شکل وصورت پر غور کریں۔ضرورت کے تحت پھلوں کے باہر غلاف (چھلکا) چڑھایا گیا ہے، سنگترے کا چھلکا اسکی ضرورت کے مطابق، تربوز کا اسکے مطابق، کیلے کا، سیب کا، ناشپاتی کا، اخروٹ، بادام کا وغیرہ وغیرہ۔ پھر پھلوں کے مادے پر غور کریں، کون سی چیز پھل میں تبدیل ہوگئی ہے۔ پھلوں کے ذائقے دیکھیں، کیلے کا، سیب کا، انار، تربوز کا، آم کتنے خوش ذائقہ ہیں، ان کے گودے کی پیلاہٹ اور خوشبو پر غور کریں۔ پھر ایک ہی زمین سے کڑوی مرچیں نکل رہی ہیں، اُسی جگہ سے میٹھا آم نکل رہا ہے۔ کیا یہ سب اللہ

تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیاں نہیں؟

(vii) کیا پھل کے نرم گودے میں سخت بیجوں کی موجودگی سے بھی ہمیں خالق کا پتہ نہیں چل رہا؟

(viii) پودوں پر لگنے والے پھل جیسے گندم، چاول، دالیں، سبزیاں، فروٹ وغیرہ کیا اتفاقی طور پر ہمارے جسم کے موافق (Compatible) پیدا ہو گئے ہیں؟

(ix) پتوں اور پھلوں کے وزن کے مطابق شاخوں اور ٹہنیوں کو مضبوطی دی ہے، شروع میں ٹہنی موٹی ہوتی ہے اور آگے جاتے ہوئے باریک ہوتی جاتی ہے تاکہ اپنا اور پتوں کا وزن سہار سکے۔ کیا درخت سے نکلنے والا مادہ خود بخود اس شکل میں تبدیل ہوتا جاتا ہے؟ کیا طرح طرح کے پھلوں کو کھاتے ہوئے ہم نے کبھی سوچا کہ یہ کس نے بنائے ہیں ہمارے لئے، اور پھلوں کو کھاتے ہوئے اُس کا شکر ادا کیا؟ ہر پتے کے اندر بہت بڑی بڑی فیکٹریاں ہیں جو روشنی کو مادے میں تبدیل کرتی ہیں ہوا، پانی، مٹی کی موجودگی میں خوراک بناتی ہیں۔

(x) پتوں میں موسمی حالات (Environmental conditions) کو برداشت کرنے کی حیرت انگیز صلاحیت پائی جاتی ہے۔ انہیں ڈیزائن کرتے ہوئے اس بات کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کہ بارش کا پانی ان پر جمع ہونے کی بجائے زمین پر گرتا جائے۔ بالخصوص بڑی جسامت کے پتوں پر اگر پانی ٹھہرتا تو ایک ہی بارش ایسے تمام پتوں کو توڑنے کا باعث بن جاتی جس کی وجہ سے ہم بہت سے درختوں سے محروم ہو جاتے۔ اسی طرح ان کی ساخت ہوا کے بہاؤ کو برداشت کرنے کے موافق بنائی گئی ہے۔ صحرائی علاقے میں موجود پودوں کے پتے اور پھل وغیرہ اس شدید موسم کے موافق ہوتے ہیں تاکہ پانی کی قلت کو برداشت کر سکیں۔ ان پتوں نے درخت کی لکڑی سے نکل کر جس ماحول میں آنکھ کھولنی تھی ان کے موافق حیرت انگیز طور پر مطلوبہ صلاحیتیں ان میں کیا خود بخود پیدا ہو جاتی تھیں؟ کیا ہم نے ایسی اہم معلومات پودوں تک پہنچائی ہیں یا پودے بیرونی ماحول سے واقفیت رکھتے ہیں؟ کیا ایسے یقینی حقائق دیکھ کر بھی ہم اپنے خالق کو نہیں پہچانیں گے۔

(xi) مجموعی طور پر ہر پودے کو جدا جدا شکل دی ہے، دور سے دیکھنے پر اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ پودا آم کا ہے، سنگترے کا ہے یا سرو وغیرہ کا۔

لازمی نتیجہ: ان چند پہلوؤں پر غور وفکر سے یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کو کسی نے ڈیزائن کیا ہے۔ کسی فیکٹری سے خاص ڈیزائن کی چیزوں کا بن بن کر باہر نکلتے آنے کا یہ مطلب تو نہیں کہ چیزیں خود بخود بنتی جا رہی ہیں۔ نباتیات نے یہ بات بھی دریافت کی ہے کہ بیج میں اتنا (Data) ہوتا ہے کہ جس سے لاکھوں صفحات بھر جائیں۔ بیج میں پودے کا سائز، اونچائی، موٹائی، پتوں کی تعداد، ان کی جگہ، رنگ، شاخوں کی تفصیلات، خوشبو، پھلوں کی تفصیلات سمیت بیش بہا معلومات سموئی ہوتی ہیں، کیا یہ خود بخود بیج میں لکھی گئی ہیں۔ بیج میں موجود Data کا ثبوت موجودہ تحقیق سے بھی ہو گیا ہے جس میں بیج اللہ کی پیدا کردہ لہریں (Radiations) ڈالنے سے اس کی اقسام کا تبدیل ہونا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ گنے کا رس خود بخود چینی میں تبدیل ہو گیا ہے تو یہ آسان سی بات تو ہم تسلیم نہ کریں لیکن پودوں کی مذکورہ خصوصیات کے ساتھ تشکیل پر توجہ نہ دیں۔ اگر ہمارا خیال ہے کہ یہ خود بخود ہو رہا ہے تو ہم دعوت دیتے ہیں پوری دنیا کو کہ ایک گندم یا کوئی اور بیج بنائیں جو اُگ سکے، اگر ایسا نہ کر سکیں تو پھر اس خالق پر ایمان لے آئیں جس نے طرح طرح کے بیش بہا پھل ہمارے لیے پیدا فرمائے۔ اپنی اس عظیم نعمت اور نشانی کا تذکرہ پروردگار نے یوں کیا۔

﴿وَ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَ مِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِهَا قِنۡوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّ الزَّیۡتُوۡنَ وَ الرُّمَّانَ مُشۡتَبِهًا وَّ غَیۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَ یَنۡعِهٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكُمۡ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ﴾ (سورہ انعام:6، آیت:99)

''اور وہی ہے (اللہ) جس نے برسایا آسمان سے پانی، پھر اگائے اسکے ذریعے سے ہم نے نباتات ہر قسم کے، پھر پیدا کیے ہم نے اس سے سرسبز کھیت، نکالتے ہیں ہم اس میں سے دانے تہ بہ تہ اور کھجور کے درخت میں سے اس کے خوشوں کے گچھے نیچے جھکے ہوئے اور

باغات انگور کے اور زیتون کے اور انار کے، ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور خصوصیات میں جدا جدا۔غور سے دیکھو اسکے پھل کو جب وہ پھل لائے اور اسکے پکنے کی کیفیت کو (یعنی کچا کڑوا پھل کس طرح خوش ذائقہ مٹھاس میں تبدیل ہو جاتا ہے) بے شک ان چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھنے والے ہیں''۔

مذکورہ آیت کریمہ میں خالق نے عقل والوں کے لیے بہت کچھ بیان کر دیا ہے۔کیا تمام جن وانس مل کر ایک بیج پیدا کر سکتے ہیں جس سے پودا اُگ سکے؟ اگر نہیں کر سکتے تو پھر اس بات کو تسلیم کر لیں کہ یہ چیزیں کسی مافوق ہستی کی بنائی ہوئی ہیں۔

دودھ میں ہمارے لیے درسِ عبرت

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے دودھ کی نعمت کا ذکر کرتے ہوئے نشانی کی بجائے لوگوں کے لیے عبرت کا لفظ استعمال کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دودھ کا پیدا ہونا بہت غیر معمولی کام ہے اور یہ خالق کی خالقیت کی بہت بڑی دلیل ہے جس پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔ارشادِ باری تعالی ہے:

﴿وَ اِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ﴾ (النحل:16،آیت:66)

''اور بے شک تمہارے لیے مویشیوں میں ایک عبرت ہے (غور کرو) ہم پلاتے ہیں تمہیں جو ان کے شکموں میں گوبر اور خون ہے ان کے درمیان سے نکال کر خالص دودھ جو بہت خوش ذائقہ ہے پینے والوں کے لیے''۔

قابل غور: اس آیت کریمہ کو سمجھنے کے لیے پیچھے پودوں کے ضمن میں بیان کردہ مثال ذہن میں رکھیں کہ دودھ ایک حاصل (Output) ہے، بھینس ایک مشین ہے اور داخل (Input)، سبز چارہ، دیگر خوراک اور پانی ہے، پھر غور کریں کہ:۔

۱۔ کیا گھاس پھوس اور پانی سے مطلوبہ دودھ تیار کیا جا سکتا ہے؟

۲۔ جب بھینس کے جسم میں جانے والا چارہ، خون، گوشت، گوبر اور پانی وغیرہ میں تبدیل

ہو جاتا ہے تو یہ خون، گوشت اور گوبر وغیرہ دودھ میں کیسے تبدیل ہو جاتا ہے؟

۳۔ خون اور گوشت میں آخر وہ کون سے نایاب فلٹرز (Filters) ہیں جو دودھ کو اسطرح علیحدہ کرتے ہیں کہ دودھ میں خون، گوشت، گوبر وغیرہ کی ذرہ بھر آلائشیں نہیں ہوتیں۔

۴۔ کیا سرخ خون، گوشت اور سیاہ گوبر سے حاصل ہونے والا خوش ذائقہ اور مکمل سفید دودھ زبان حال سے اپنے خالق کے ہونے کا پتہ نہیں دے رہا؟

آئیں اللہ کی اس عظیم نعمت اور نشانی کو شب و روز استعمال کرتے ہوئے کبھی اسکو بھی یاد کریں جس نے ہمارے فائدے کی خاطر جانوروں کے جسموں میں دودھ پیدا کیا۔

انڈہ اللہ کی واضح نشانی

یوں تو جس چیز پر بھی سوچیں وہ کائنات کے خالق تک لے جاتی ہے لیکن انڈہ ان چند نشانیوں میں سے ایک ہے جو خالق کی کھلی نشانیاں ہیں۔ وہ انڈے جنہیں ہم شب و روز کھاتے ہیں اور معمولی سی چیز سمجھتے ہیں اس پر غور وفکر کریں کہ:۔

۱۔ کس طرح مرغی کے پیٹ میں موجود خون اور گوشت انڈے میں تبدیل ہو گیا۔ کیا خود بخود گوشت اور خون نے انڈے کی صورت اختیار کر لی؟

۲۔ انڈے کے سخت بیرونی خول پر غور کریں اسکی صورت (Shape)، اسکی ایک جیسی (Uniform) موٹائی (Thickness) تو شاید مذکورہ صورت میں جدید مشینوں میں بھی بنانا آسان نہ ہو بلکہ قطعاً ناممکن ہے اس لیے کہ بیرونی صورت اگر بن بھی گئی تو بغیر جوڑ اندر سے کیسے خالی کریں گے؟

۳۔ بیرونی خول کے سفید رنگ، اسکے مادے (Material) اور خول کے بعد انتہائی باریک اور مضبوط جھلی پر غور کریں وہ بند خول کے اندر کیسے بن گئی؟ یہ کام تو یقیناً ساری مخلوقات نہیں کر سکتیں۔

۴۔ پھر انڈے کے اندر جو کچھ بنا دیا ہے وہ کہاں سے آیا ہے؟ اسکی تفصیلات بیان کی جائیں تو

کتابیں بھر جائیں۔

انڈے سے چوزے کا پیدا ہونا:

چلیں انڈے کو تو ہم ایک معمولی سی چیز سمجھتے ہیں لیکن اس انڈے سے چوزے کا بن جانا تو کوئی معمولی کام نہیں۔غور کریں کہ انڈے میں موجود مادہ جسے ہم کھاتے ہیں کچھ دن مرغی کے نیچے رہنے پر تبدیل ہو گیا ہے ایک مکمل چوزے میں :

۱۔ کیا چوزے کی چونچ انڈے کے پانی میں موجود تھی؟ وہ کہاں سے آئی ؟ کیا انڈے کے مادے نے خود بخود چونچ کی صورت اختیار کرلی ہے؟

۲۔ چوزے کی انتہائی پیچیدہ آنکھیں جن میں بصارت کی صلاحیت ہے، آنکھوں کا عدسہ اور آنکھوں کے دیگر نظام اس پانی میں موجود تھے؟۔

۳۔ چوزے کی ناک، کان، دل، دماغ، معدہ جگر، آنتیں اور دیگر انتہائی جدید اور پیچیدہ نظام انڈے کے پانی میں موجود تھے۔یہ کیسے خود بخود بن گئے؟ کیا ہم اس پانی سے یہ چیزیں بنا سکتے ہیں؟

۴۔ چوزے کے گوشت پر خوبصورت رنگ برنگے روئی کی طرح نرم نرم بال کہاں سے آئے ہیں؟ چوزے کی ٹانگیں پاؤں، ناخن وغیرہ کس نے بنا دیئے ہیں؟ پھر یہ چوزہ کوئی بے جان ماڈل نہیں بلکہ! یہ دیکھتا ہے، سنتا ہے، محسوس کرتا ہے، چلتا ہے، سونگھتا ہے اور اس میں اپنی نسل کو آگے بڑھانے کی صلاحیت موجود ہے۔کیا تمام جن وانس مل کر یہ کام کر سکتے ہیں؟ پورہ چوزہ نہ سہی انڈے کے پانی سے کوئی ایک اعضاء آنکھ، چونچ، کان، دل، معدہ بال وغیرہ ہی بنا دیں۔جس کام کے کرنے پر تمام جن وانس بے بس ہو جائیں اسکے متعلق تفکر نہ کرنا اور یہ گمان کرلینا کہ قدرتی نظام کے تحت خود بخود ہو رہا ہے کتنی بڑی ناانصافی کی بات ہے۔!

ماحول کے مطابق صلاحیتیں

جس جاندار نے جس ماحول میں اپنی زندگی گزارنی تھی اسکا جسم اور دیگر صلاحیتیں اسی کے موافق عطا

فرمائیں۔ مچھلی نے پانی میں رہنا تھا اسے ایسا گوشت دیا جو پانی میں گل سڑ نہ سکے۔ پانی میں سانس لینے کا نظام دیا۔ پیٹ میں خالی جگہ رکھی ،جسم میں کثافت کے تناسب (Ratio) کوموزوں بنایا تاکہ مچھلی پانی میں ڈوب نہ جائے۔ پانی میں تیرنے کے لیے پر لگائے تاکہ اپنی دنیا میں گھوم پھر سکے۔ اسکے برعکس خشکی پر رہنے والے انسان کو ایسا گوشت دیا جو خشکی پر قائم رہ سکے، اس گوشت کو اگر پانی میں ڈال دیا جائے تو ایک دن بعد گل سڑ جائے جبکہ مچھلی کا گوشت خشکی پر اکڑ جائے، انسان پانی میں جائیں تو سانس نہ لے سکیں۔ مچھلی خشکی پر سانس نہ لے سکے۔

برفانی علاقوں میں رہنے والے جانوروں کو سردی سے بچاؤ کے لیے موافق موٹی تہہ والے لمبے بال اور موزوں جلد دی۔ جانوروں کے بچوں کو ابتداء میں سنبھالنے والا کوئی نہ تھا چنانچہ وہ پیدا ہوتے ہی چلنا دوڑنا شروع کر دیتے ہیں۔ انسان کو عقل وشعور دیا، گھر دیئے، چیزوں پر قبضہ دیا وہ بچوں کی نگہداشت کر سکتا تھا۔ اسلئے اسکا بچہ چلنے میں کافی وقت لے لیتا ہے۔ اسطرح کے بے شمار حقائق بذات خود اس بات کی تصدیق کر رہے ہیں کہ انکو بنانے کے پیچھے کوئی لامحدود ذہن کارفرما ہے۔

اسی طرح جس جانور کی جو خوراک تھی اسکے موافق خوراک کھانے اور ہضم کرنے کا نظام دیا۔ مچھلی کے باریک باریک دانت اسکی خوراک کے موافق، ہاتھی، شیر چیتا، بھینس، گائے، بکری کے دانت ان کے موافق، لکڑی میں رہنے والے کیڑے کے منہ میں لکڑی کو کاٹنے کا کٹر (Cutter) لگایا۔ پرندوں کی چونچیں ان کی ضرورت کے تحت بنائیں۔ انسان نے سب کچھ کھانا تھا اسکے دانت اسکے موافق بنائے۔ اگر جانوروں کے صرف منہ ہی غلط بنا دیئے جاتے جو مطلوبہ خوراک کے لیے موزوں نہ ہوتے تو چند ایام میں سب جانوروں کی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا۔ حیرت ہے اس بات پر کہ ہم ان جدید نظاموں کو تو مانیں لیکن ان نظاموں کے بنانے والے سے غافل رہیں۔ کیا محض ان نظاموں کا انکار اس لیے ممکن نہیں کہ انہیں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں جبکہ خالق ہمیں نظر نہیں آتا، لیکن اور بھی تو بہت سی چیزیں ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں جبکہ ہم ان کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں اُن کے نتائج سے،

جیسے ہوا نظر نہیں آتی لیکن پھر بھی اسکا وجود ہم تسلیم کرتے ہیں، الیکٹران، پروٹان، نیوٹران، ایٹم کسی نے نہیں دیکھا لیکن ان کے وجود پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔اللہ کی نشانیاں تو ان سے بہت واضح اور بڑی ہیں اسکے باوجود ہم غور وفکر نہیں کرتے۔اگر انصاف سے کام لیا جائے تو پھر کوئی رکاوٹ ہمیں اپنے خالق پر ایمان لانے سے دور نہیں رکھ سکتی۔

کام کے مطابق اجسام: جس کام کے لیے جو جانور پیدا کیا گیا ہے اسکے موافق اسے اعضاء اور جسم دیا گیا ہے خچر کو پہاڑوں پر چڑھنے کے موافق مضبوط جسم، گھوڑے، گدھے کو اسکے کام کے مطابق، زمین پر چلنے، دوڑنے کے لیے سخت و بے جان کھر عطا کیئے، گائے بھینس، بکری، بھیڑ کا جسم اسکے کام کے مطابق، ہاتھی کے بھاری بھر کم وزن کو سہارہ دینے کے لیے اسکی ٹانگوں میں خاص قسم کا سپرنگ کی طرح کا نظام (Spring System) رکھا تا کہ زمین پر پاؤں مارتے وقت اسے کم سے کم دھچکا لگے۔اگر ایسا نہ ہوتا تو ہاتھی کے پاؤں زمین میں دھنس جاتے اور سخت جگہ پر اسے شدید جھٹکا لگتا اور چلنا اسکے لیے دشوار ہو جاتا۔اگر اتنی بڑی بڑی نشانیاں دیکھ کر بھی انسان اپنے خالق کو نہ پہچانے تو پھر یقیناً یہ اسکی بہت بڑی بدنصیبی ہے۔اللہ تعالی نے جانوروں کو بطور نشانی اور دلیل بناتے ہوئے انسان کو یوں اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔

﴿وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ، وَ لَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ، وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ، وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل:16: 8-5)

''اسی نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی کے لباس ہیں اور بھی کئی فائدے ہیں اوران میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور ان میں تمہاری رونق بھی ہے جب چرا کر لاؤ اور چرانے لے جاؤ اور وہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر مشقت پہنچ نہیں سکتے۔یقیناً تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے، گھوڑوں کو، خچروں کو، گدھوں کو

اس نے پیدا کیا کہ تم ان پر سواری کرو اور باعث زینت بھی ہیں۔ وہ اور ابھی ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں۔‘‘

نوٹ: آج کے جدید دور میں بھی جہاں گاڑیاں وغیرہ نہیں جاسکتیں، پہاڑوں وغیرہ پر وہاں جانور استعمال ہوتے ہیں۔ وہ کون ہے جس نے ان جانوروں کے دماغوں پر امر جاری کر کے انہیں ہمارے تابع کر دیا، اگر بھینس، گائے، بکری وغیرہ کی فطرت شیر، چیتے جیسی ہوتی تو ہمارے لیے ان سے فائدہ لینے کی بجائے جان بچانا مشکل ہو جاتا۔ پھر آخر کوئی تو ہے جس نے ان کے ذہنوں کو قابو کیا ہوا ہے۔ اونٹ کو بطور خاص اللّٰہ نے اپنی نشانی قرار دیا ارشاد باری تعالی ہے:

﴿اَفَلَا یَنظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَت﴾ (غاشیہ:88،آیت:17)

’’کیا انہوں نے اونٹوں پر غور نہ کیا کہ کس انداز سے پیدا کیے گئے ہیں‘‘۔

اونٹ باقی جانوروں سے الگ تھلگ ہے۔ اسکی شکل وصورت، کام (بوجھ اٹھانے) کے مطابق جسم، ریگستان میں چلنے کے لیے مناسب چوڑے اور چپٹے پاؤں، اگر یہ پاؤں باقی جانوروں کی طرح ہوتے تو اونٹ ریگستان میں نہ چل سکتا۔ پھر ریگستان میں چونکہ پانی مشکل سے ملتا ہے، اللّٰہ نے اس کے پیٹ میں پانی جمع (Store) کرنے کی ٹینکی بنا دی ہے۔ پھر اونٹ کی شرافت دیکھیں کس طرح اللّٰہ نے اسکو بھلا مانس بنایا ہے۔ اے انسان کیا رب کی پہچان کے لیے یہ دلائل کافی نہیں؟ پھر تو کیوں اپنے رب کی فرمانبرداری میں نہیں آتا؟ وہ کون سی شے ہے جس نے ہمیں اللّٰہ سے غافل کر دیا ہے۔

پرندوں کا اڑنا اللّٰہ کی نشانی

مچھلیوں کا پانی میں تیرنا، جانوروں کا زمین پر چلنا پھرنا، پرندوں کا ہوا میں اڑنا یہ سب اللّٰہ کی نشانیاں ہیں۔ پرندوں کے اڑنے کا ذکر بطور خاص اللہ تعالی نے یوں فرمایا ہے:

﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ (سورۃ نحل،16،آیت 79)

’’کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ وہ (کس طرح) مطیع وفرمانبردار بن کر اڑ رہے ہیں، (فضائے آسمانی میں) انہیں کوئی اور تھامے ہوئے نہیں ہے سوائے اللہ کے، یقیناً ان میں بہت سی نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لیے‘‘۔

مزید فرمایا:

﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقۡبِضۡنَ ۘؔ مَا یُمۡسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ﴾ (سورہ ملک:67، آیت:19)

’’کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر اڑتے نہیں دیکھا، پر پھیلائے ہوئے اور کبھی پر سمیٹے ہوئے؟ نہیں تھامے ہوئے انہیں کوئی (ہوا) میں سوائے رحمٰن کے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے‘‘۔

اس نشانی پر غور کیا جائے تو چند موٹی موٹی باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ اڑنے کے دوران پرندے ٹانگیں فوراً پیچھے کر لیتے ہیں جسطرح جہاز کے پہیے اندر چلے جاتے ہیں، پرندوں کو کس نے سکھایا کہ وہ ایسا کریں؟

۲۔ اڑنے کے دوران اگر توازن (Balance) لمحہ بھر کے لیے قائم نہ رہے تو پرندے فوراً نیچے گر جائیں جسطرح بعض اوقات انسان کھڑے کھڑے گر جاتے ہیں توازن خراب ہونے کی وجہ سے۔ یہ توازن مسلسل کون برقرار رکھے ہوئے ہے؟

۳۔ اڑنے کے لیے پروں کی مخصوص حرکت انہیں کون سکھاتا ہے؟

۴۔ اڑتے ہوئے علاقے اور جگہ کی پہچان: دور دراز سے واپس اپنے گھونسلے میں آ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں کسی نے پہچان دی ہے۔ مثال کے طور پر پروفیسر ہیمر گر نے اپنی کتاب ’’پاور اینڈ فریجیلیٹی‘‘ میں ’’مٹن نامی‘‘ ایک پرندے کی مثال دی ہے جو بحرالکاہل میں پایا جاتا ہے۔ یہ پرندہ نقل مکانی کرتے ہوئے 24 ہزار کلومیٹر کا طویل فاصلہ 8 کی شکل میں چکر لگا کر طے کرتا ہے اور اپنا سفر 6 ماہ میں مکمل کر کے اپنے ابتدائی مقام پر زیادہ

سے زیادہ ایک ہفتے کی تاخیر سے واپس پہنچ جاتا ہے جو کہ اس بات کی گواہی ہے کہ اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی ہے۔

۵۔ ہر وقت پوری دنیا میں کتنے پرندے حشرات وغیرہ اڑ رہے ہوتے ہیں۔ وہ اللہ ہر وقت ان تمام کو تھامے رکھتا ہے اور ہر ایک کا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔

خالق کے وجود کی ناقابل تردید دلیل

انسان چلنے پھرنے کے لیے چمڑے وغیرہ کے سخت جوتے استعمال کرتا ہے تا کہ پاؤں زخمی ہونے سے بچ جائیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جانور جن کے لیے جوتے پہننا ممکن نہ تھا انکی ٹانگوں کے آخری سروں کا گوشت موزوں ترین سخت بے جان مادے کے کھروں میں خود بخود کیسے تبدیل ہو گیا ہے جیسے شیر، چیتا، بکری، گائے، بھینس، گھوڑا، گدھا وغیرہ۔ضرورت کے مطابق گوشت کے کھروں میں تبدیل ہونے کا فیصلہ جانور کے پیٹ کے اندر کس نے کیا ہے؟ کیا اس گوشت نے کیا ہے یا پیدا ہونے والے جانور نے کیا ہے؟ یا جانور کے والدین نے کیا ہے؟ جانور تو ابھی بیرونی ماحول سے آگاہ بھی نہیں کہ بیرونی ماحول میں اسے کس چیز کی ضرورت ہے۔ افسوس کہ اتنی واضح نشانیاں دیکھ کر بھی ہم خالق سے غافل رہیں یا اسکا انکار کریں۔

---

(3)۔ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کی بہت بڑی نشانی

انبیاء ورسل اس دھرتی پر اللہ تعالیٰ کی ایسی واضح نشانی ہے جسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔انبیاء کرام علیہم السلام کے حوالے سے یقینی صداقت پر مبنی چند پہلو غور وفکر کے لئے پیش کرتے ہیں تا کہ حق واضح ہو جائے۔

i. <u>تمام انبیائے کرام کا نیک سیرت ہونا:</u> اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدائت کے لئے کثیر تعداد (ہزاروں) میں انبیاء ورُسل بھیجے۔تاریخ بھی گواہ ہے اور تواتر سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ جس معاشرہ میں ان برگزیدہ لوگوں نے پرورش پائی وہ معاشرہ چاہے کتنا ہی بُرا کیوں نہ ہو، ان خاص لوگوں کی صفات ہمیشہ اچھائی پر ہی رہیں۔ معاشرے میں موجود برائیوں سے ان کا

دامن ہمیشہ پاک ہی رہا، حسد، بغض، کینہ، جھوٹ، فریب، دھوکے بازی اور وعدہ خلافی جیسے مہلک امراض سے یہ بچے رہے۔ بطور دلیل اختصار کی خاطر ہمارے پیارے رسول جناب حضرت محمد مصطفی ﷺ کے متعلق چند باتیں بطور دلیل پیش کردیتے ہیں۔

- آپ ﷺ کا اعلان نبوت سے پہلے 40 سالہ پورا دور اخلاقی لحاظ سے اس قدر ممتاز تھا کہ لوگ آپ کو سچا اور دیانت دار کہہ کر پکارنے لگے۔ (الصادق الامین) آپ ﷺ کا مشہور لقب بن گیا چنانچہ جب حجر اسود کی تنصیب پر اختلافی جھگڑے کے فیصلے کے بعد آپ کو منتخب کیا گیا تو لوگوں نے کہا: (ھذا الامین) ۔(یہ امین ہیں ہم سب ان کے فیصلے پر متفق ہیں)۔(بخاری باب ذکر فی الحجر الاسود)
- اعلان نبوت کے بعد جب آپ ﷺ نے پہلی مرتبہ کوہ صفا کے دامن میں جمع لوگوں کو دعوت دی اور حاضرین سے یہ سوال کیا کہ تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے تو سب نے یہی جواب دیا۔
  ’’تمہارے اندر ہم نے سچائی کے سوا کوئی اور بات کبھی نہیں دیکھی‘‘
- لوگ حفاظت کی خاطر اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھ دیتے کیونکہ اُنہیں آپ ﷺ کی سچائی اور دیانتداری کا یقین تھا۔ (سیرت ابن ہشام جلد۔2 ،ص:298)
- ابو جہل جو آپ ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا اُس نے کہا: ’’محمد ﷺ میں یہ نہیں کہتا کہ تم جھوٹے ہو مگر جس چیز کی تم تبلیغ کر رہے ہو اسکو میں صحیح نہیں سمجھتا‘‘ (جامع ترمذی)
- آپ ﷺ کو ٹھکرانے والے کفار جو آپ کی زندگی سے واقف تھے، اُنہوں نے آپ ﷺ پر جھوٹا ہونے کا الزام نہیں لگایا تھا بلکہ وہ کہتے تھے آپ کی عقل کھوگئی ہے (معاذ اللہ) جادو ہوگیا ہے، جنات سوار ہیں وغیرہ وغیرہ

ساری تاریخ انسانی میں کسی ایسے شخص کا نام نہیں لیا جاسکتا جس کے مخاطبین شدید مخالفت کے باوجود بھی اس کی زندگی اور سیرت کے بارے میں اتنی غیر معمولی رائے رکھتے ہوں جو کہ آپ کے رسول اللہ ﷺ ہونے کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

کیا محض اتفاقاً یہ ممکن ہے کہ دنیا میں تشریف لانے والے ہزاروں انبیاء کرام علیہم السلام سارے کے سارے نیک سیرت ہوں۔ کوئی ایک بھی ان میں سے رستے سے ہٹا ہوا نہ ہو۔ شماریات کی امکانی تھیوری(Probability) بھی یہی فیصلہ کرے گی کہ محض اتفاق سے یہ بات ہرگز ممکن نہیں۔ تو پھر اس حقیقت کی اسکے سوا اور کیا توجیہہ ہوسکتی ہے کہ ان لوگوں کو اللہ نے بھیجا تھا اور اُنہیں اپنے سایہ رحمت میں رکھا جس کی بدولت ان سب کی زندگی لوگوں کے لئے نمونہ بنی رہی۔

ii نبی کے کلام کی فوقیت: جتنے بھی نبی آئے ان کا کلام ایسے پہلوؤں سے بھرا ہوا تھا جن کا بیان عام انسانوں کے بس کی بات نہ تھی۔ اسی طرح جن علوم وفنون میں لوگ مہارت رکھتے تھے ان کی طرف آنے والے پیغمبر کی تمام لوگوں سے بڑھ کر ان پر دسترس ہوتی تھی جو کہ ان لوگوں کے اللہ کی طرف سے نامزد ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

iii دعوت کی بنیاد: ہزاروں کی تعداد میں دنیا میں تشریف لانے والے انبیاء ورسل مختلف ادوار میں مختلف علاقوں کی طرف بھیجے گئے۔ ان کے زمانے اور ادوار مختلف ہونے کے باوجود سب کی دعوت کی بنیاد ایک ہی مرکزی نقطہ پر تھی کہ اللہ کے سوا کسی اور کو معبود نہ بنانا جس کا تذکرہ قرآن مجید نے یوں کیا۔

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (سورۃ النحل:،16 آیت۔36)

”اور تحقیق ہم نے ہر اُمت میں رسول بھیجا، اُسے یہی حکم دیا کہ صرف اللہ کی پرستش کرو اور باقی معبودوں سے بچو“

جن اقوام کی طرف انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے وہ اب بھی کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں جیسے یہودی اور عیسائی وغیرہ۔ کیا یہ محض اتفاق تھا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ کی طرف دعوت دی؟ ہزاروں میں سے کسی ایک نے بھی دعوت کی بنیاد اللہ کے سوا کسی اور طرف نہ ڈالی۔ اس واضح حقیقت کی موجودگی کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ان برگزیدہ ہستیوں کو بھیجنے والا کوئی ہے اور وہ اکیلا ہے۔ کوئی ذی شعور انسان اس حقیقت کے آشکار

ہو جانے کے بعد اللہ پر ایمان لائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کی دولت سے نوازے اور ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے (آمین)۔

----

(4)۔ کتاب الٰہی اور جدید سائنس میں موجود دلائل قطعیہ

اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی رہنمائی کے لئے اپنے خاص نمائندے انبیاء و رسل بھیجے اور آسمان سے ان پر تعلیمات وحی کی صورت میں نازل فرمائیں۔ انہیں میں سے قرآن مجید آخر نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر انسانیت کے نام آخری پیغام کی صورت میں نازل فرمایا اور قیامت تک اس کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ یہ کتاب جو 1400 سال پہلے نازل ہوئی اس میں موجود بے شمار حقائق میں سے چند حقائق کو موجودہ جدید سائنسی مشاہدات اور قوانین کے تناظر میں دیکھتے ہیں جو سو فیصد (100%) اللہ کے ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ اللہ کا ڈیٹا (Data) ہے جو شک کا مکمل خاتمہ کرتے ہوئے آپ کو پختہ یقین کی منزل تک لے جائے گا۔

نوٹ: یاد رہے قرآن مجید اصلاً سائنس کی کتاب نہیں بلکہ یہ نشانیوں (Signs) کی کتاب ہے جس میں سائنس سمیت دیگر بہت سے علوم کی سچائی پر مبنی خبریں اور حقائق ہیں۔ سائنس سمیت دیگر علوم کی جو انتہا ہے وہ قرآن مجید کی ابتدا ہے۔ قرآن سچ ہے اور سائنس بھی سچائی کی تلاش میں سرگرداں ہے اسلئے سائنس بالآخر قرآن مجید تک پہنچ رہی ہے۔ چونکہ یہ سائنسی ترقی کا دور ہے اور سائنس کے علم پر تمام مذاہب کے لوگوں کا یقین ہے اسلئے قرآن مجید اور جدید سائنس کے تقابل سے چند حقائق پیش خدمت ہیں۔

دلیل نمبر ۱: انسانی تخلیق کے مراحل

اللہ تعالیٰ نے ہمیں وجود میں لانے کے مختلف مراحل کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ، ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ، ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ

لَحۡمًا ثُمَّ اَنۡشَئۡنٰـهُ خَلۡقًا آخَرَ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ﴾

(المومنون:23،آیت:14۔12)

’’یقیناً ہم نے ہی انسان کوتخلیق کیا ہے مٹی کے جوہر سے، پھر نطفہ (قطرہ) کو ہم نے علقہ (جونک نما ساخت) بنایا، پھر علقہ کو مضغہ بنایا، پھر اس میں ہڈیاں پیدا کیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا کر نمودار کر دیا۔تو کیا ہی برکتوں والی ہستی ہے اللہ کی، جو پیدا کرنے والوں میں سب سے بہترین پیدا کرنے والا ہے‘‘

اس خدائی خبر کے مطابق ہمارے بننے کے بنیادی مراحل یہ ہیں۔

(i) نطفہ سے نطفہ امشاج (مخلوط نطفہ یعنی زائیگوٹ) (ii) علقہ (جونک نما) (iii) مضغہ (iv) عظامہ (v) عظامہ پر گوشت چڑھنا (vi) نئے انسان کی تکمیل۔

سائنسی ترقی کے اعتبار سے اُس تاریک دور میں ایسی بڑی خبر کا سچائی کے ساتھ 1400 سال پہلے ٹھیک ٹھیک بیان ہو جانا جن مراحل کو سائنس حال ہی میں جدید آلات کی مدد سے دریافت کر پائی ہو، کسی انسان کے لئے ناممکن تھا سوائے اس کے کہ خالق خود کسی پر اس خبر کو ظاہر کر دے۔

دلیل نمبر ۲: <u>تین اندھیری پرتوں میں انسان کی تخلیق</u>

اللہ تعالیٰ انسان کو تین اندھیری پرتوں کے پیچھے بناتا ہے جس کی سائنس نے بھی تصدیق کی۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر کیتھ مور کے مطابق قرآن پاک میں جن تین تاریک پردوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

i. شکم مادر کی اگلی دیوار

ii. رحم مادر کی دیوار

iii. غلاف جنین اور اس کے گرد لپٹی ہوئی جھلی

آج سے 1400 سال پہلے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کا اپنے برگزیدہ پیغمبر ﷺ سے یوں اعلان کروایا:

﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ﴾

(سورۃ الزمر:39 آیت:6)

''اور وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ اللہ جو تمہارا پروردگار ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کدھر پھرائے جا رہے ہو''

اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف کرایا ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمہیں تین اندھیری پرتوں کے اندر بناتا ہے، پھر تم اس حقیقت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے اور کدھر بہک رہے ہو؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا 1400 سال پہلے حادثاتی طور پر آنحضور ﷺ کی زبان اقدس سے یہ الفاظ نکل گئے جبکہ اس دور میں نہ تو سائنسی لحاظ سے یہ بات دریافت ہوئی تھی اور نہ ہی یہ بات مشاہدہ میں تھی۔ یوں اس ایک ہی دلیل سے یہ بات پھر سے ثابت ہوگئی کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

دلیل نمبر ۳: هر چیز جوڑوں میں بہت بڑی دلیل

قدیم زمانہ کے لوگوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ انسانوں اور جانوروں کی طرح دیگر مخلوقات پودے وغیرہ کی بھی نر اور مادہ جنسیں ہوتی ہیں۔ جدید نباتیات (Botany) نے یہ بات دریافت کی ہے کہ پودوں میں بھی نر اور مادہ اصناف ہوتی ہیں حتیٰ کہ یک صنفی (Unisexual) پودوں میں بھی نر اور مادہ کے اجزاء ہوتے ہیں۔ جدید نباتیات کے مطابق پودوں میں نر اعضائے تولید اسٹیمنز (Stamens) اور مادہ اعضائے تولید اوویولز (Ovules) ہوتے ہیں۔ جب زردانے (Pollen) پھول تک پہنچتے ہیں تو بارآوری (Fertilization) کا عمل ہوتا ہے جس کی بدولت پھول مطلوبہ پھل میں تبدیل ہوتا ہے جس میں بیج پیدا ہوتے ہیں جو نسل کو آگے بڑھانے کا باعث بنتے ہیں۔ آج سے 1400 سال قبل یہ خبر اللہ نے یوں دی۔

﴿سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ﴾ (یٰسٓ:36،آیت نمبر36)

''پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (ذات) میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں''

جدید دریافتیں بتلاتی ہیں کہ جانوروں اور پودوں کے علاوہ بے جان اشیاء کے بھی جوڑے ہیں جیسے منفی باروالے الیکٹرون اور مثبت باروالے پروٹان، مثبت اور منفی چارج کے پولز (Poles) وغیرہ۔ مادے میں مثبت اور منفی جوڑوں(Partical & anti Partical) کی دریافت پر مشہور سائنسدان ڈیراق (Deraq) نے ۱۹۳۳ء میں نوبل انعام حاصل کیا جبکہ قرآن مجید نے ۱۴۰۰ سال پہلے اسے بیان کر دیا۔

<u>قابل توجہ:</u> ایسے تاریک دور میں جب مشاہدات کے ذریعے ایسی چیزوں کو پرکھنا ناممکن ہو، کیا ایسی یقینی خبر محض اتفاق سے کوئی دے سکتا ہے؟ انصاف سے اس بات کو تسلیم کریں کہ ایسی خبر صرف وہی دے سکتا تھا جس نے اشیاء کو تخلیق کیا ہو۔ کیا صرف یہ ایک آیتِ کریمہ حق کو تسلیم کرنے اور ایمان لانے کے لئے کافی نہیں۔

اگر آپ بلا تعصب غور کریں اور انصاف سے کام لیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ آج سے 1400 سال پہلے کسی کتاب کے اندر ایسی باتوں (ہماری نمو کے تخلیقی مراحل سمیت دیگر بہت ساری حقیقت پر مبنی معلومات) کا بیان ہو جانا اس کتاب کے سچا اور خدا کی طرف سے ہونے کا واضح ثبوت ہے جس کا انکار ممکن نہیں جیسا کہ اس فیلڈ کے ماہرین نے اعتراف کیا۔

<u>مذکورہ آیات سے ضروری نتائج:</u> مذکورہ حقائق سے درج ذیل تین ضروری نتائج نکلتے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید ایک سچی کتاب ہے

۲۔ جس زبان اقدس سے مذکورہ آیات کے الفاظ نکلے وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

۳۔ اللہ کی ذات کا وجود ثابت ہو گیا۔

غلط ثابت ہونے کی واحد صورت: مذکورہ تین نتائج غلط ثابت ہونے کی واحد صورت یہ ہے کہ یہ بات ثابت ہوجائے کہ قرآن مجید میں یہ باتیں کسی نے سائنسی حقائق آشکار ہونے کے بعد یعنی جدید دور میں داخل کردی ہیں۔ یہ بات ثابت کرنا ممکن نہیں کیونکہ قرآن مجید تواتر سے چلا آرہا ہے اور 1400 سال سے اس کا ایک حرف بھی تبدیل نہیں ہوسکا۔ اس لئے انصاف سے فیصلہ کیا جائے تو مذکورہ تین باتیں تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ پس خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ و رسول ﷺ پر ایمان لے آئے اور دنیا و آخرت کی سعادتیں لوٹ گئے۔ کاش ہمیں حق کو تسلیم کرنا نصیب ہوجائے۔ (آمین)

دلیل نمبر ٤: نظامِ شمسی ساکن نہیں

بہت عرصے تک سائنسدانوں اور یورپی فلسفیوں کا یہ یقین رہا ہے کہ زمین کائنات کے مرکز میں ساکن کھڑی ہے اور سورج سمیت تمام سیارے اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ لیکن بہت بعد میں یہ حقیقت کھلی کہ کوئی بھی شے ساکن نہیں سب حرکت پذیر ہیں۔ آئیں اب قرآن مجید کی سچائی کو ملاحظہ کریں اور اپنے پروردگار پر ایمان لے آئیں جو فرماتا ہے کہ:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ (سورۃ الانبیاء: 21، آیت: 33)

''اور وہ اللہ ہی ہے جس نے رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا یہ سارے کے سارے اپنے اپنے فلک میں تیر رہے ہیں''

وہ حقائق جو فلکیات کے ماہرین پر بھی چند سو سال پہلے تک نہ کھل سکے، جن کے متعلق ۱۶۰۹ء میں صحیح سمت میں پیش رفت ہونا شروع ہوئی ان کا 1400 سال پہلے مکمل درستگی کے ساتھ بیان ہوجانا ایسی حقیقت ہے جسے نہ تو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، نہ ہی اسے غلط ثابت کرنا ممکن ہے اور نہ ہی اسکی کوئی توجیہہ ممکن ہے سوائے اس کے کہ وہ جس نے ان سیاروں کو بنایا ہے، جو ان کی نگرانی کر رہا ہے، جس نے ان کو حرکت کا پابند کیا ہے یہ اُسی کا بیان ہو۔ کیا ان آیات کو سمجھ لینے کے باوجود بھی آپ میں اشتیاق پیدا نہیں ہوا کہ آپ جانیں کہ قرآن مجید میں پیش کئے جانے والے علم کا منبع آخر کیا ہے؟ وہ کون ہے جو سورج، چاند اور دیگر سیاروں کو چلا رہا ہے؟ اللہ

دلیل نمبر ۵ : پھیلتی ہوئی کائنات

امریکی ماہرِ فلکیات ایڈون ہبل نے ۱۹۲۵ء میں مشاہدات سے یہ بات ثابت کی کہ تمام کہکشائیں ایک دوسرے سے دور ہٹ رہی ہیں یعنی کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔قرآن مجید میں اس حقیقت کو1400 سال پہلے بیان کر دیا گیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَیۡنٰهَا بِاَیۡىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوۡسِعُوۡنَ﴾ (الذاریات:51، آیت:47)

''اور بنایا ہے آسمان کو ہم نے اپنے زور بازو سے اور ہم اسے وسعت دے رہے ہیں''

عصر حاضر کے نامور فلکی ماہر فزکس نے اپنی کتاب اے بریف ہسٹری آف ٹائم (A brief History of time) میں کائنات کے پھیلنے کو بیسویں صدی کے عظیم علمی وفکری انقلابات میں سے ایک انقلاب قرار دیا ہے۔ وہ تاریک دور جس میں دوربین تک موجود نہیں تھی، کائنات کی وسعتیں دریافت نہ ہوئیں تھیں کیا محض اتفاق سے اتنی بڑی صداقت آپ ﷺ کی زبان اقدس سے بیان ہوگئی۔کیا محض اتفاق سے اتنی بڑی حقیقت بیان ہو جانا ممکن ہے؟ اگر نہیں تو پھر وہ کون سی چیز ہے جس نے آپ کو کائنات کے خالق و مالک سے دور رکھا ہوا ہے؟

اگر آپ کے دل نے بھی اس حقیقت کی تصدیق کر دی ہے کہ:

(۱) قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے

(۲) آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں

(۳) اللہ اس کائنات کا خالق و مالک اور معبود برحق ہے۔

تو پھر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ، دین کو ترجیح اول بنانے کا عزم کریں، اپنی ذمہ داریوں کو پہچانیں اور اُنہیں پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ یہ زندگی کے چند روز تو گزر ہی جانے ہیں چاہے جس طرح بھی گزار لئے جائیں لیکن آخرت کا نہ ختم ہونے والا وقت کیسے گزرے گا؟

اگر آپ اللہ ورسول ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے تو آپ کو دعوت ہے مذکورہ دلائل پر غور وفکر کی بلا تعصب پیش کردہ معلومات پر غور وفکر کریں کہ کیا پیش کردہ حقائق صداقت پر مبنی ہیں یا نہیں۔ اگر

آپ نے بصیرت سے کام لیا اوران چیزوں کے متعلق سوچا تو انشاءاللہ عزوجل آپ پر راہ ہدایت آسانی سے کھل جائے گی۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو(آمین)۔

---

(5)۔ قرآن مجید کی حیرت انگیز پیشین گوئیاں

اس باب میں قرآن مجید کی پیشین گوئیوں کی بنیاد پر ایسے دلائل قطعیہ پیش کئے جائیں گے جوانشاءاللہ آپ کے اندر حق کی پہچان کے متعلق کامل یقین پیدا کریں گے۔

تاریخ میں ایسے ذہین اور باہمت لوگ تو ملتے ہیں جنہوں نے پیشین گوئی کی جرأت کی لیکن زمانے نے ان کے پورا ہونے کی تصدیق نہ کی۔پیشین گوئی کرنا تو بہت آسان کام ہے لیکن اسکے پورا ہونے کے امکانات عام طور پر صفر ہوتے ہیں۔

آپ کے مشاہدے میں بھی یہ بات آئی ہوگی کہ لوگوں نے بہت بڑی بڑی پیشین گوئیاں کیں لیکن وقت آنے پر سوائے شرمندگی کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

مگر کتاب الٰہی (قرآن مجید) میں بھی بہت سی پیشین گوئیاں کی گئیں جو حرف بحرف پوری ہوئیں۔ ان تمام کی تمام پیشین گوئیوں کا حرف بحرف پورا ہونا اس بات کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ یہ کلام اس مافوق ہستی کا ہے جس کے قبضہ میں حالات کی باگ ڈور ہے، جو ہر چیز پر پورا قبضہ وقدرت رکھنے والا ہے اور ازل سے ابد تک کی ہر چیز کا مسلسل علم رکھنے والا ہے۔آئیں ان میں سے چند پیشین گوئیاں ملاحظہ کریں اور اپنے اللہ پر یقین کامل حاصل کریں جس میں شک کی گنجائش نہ ہو۔

کتاب الٰہی کا محفوظ ہونا

قرآن مجید میں خالقِ کائنات نے بہت بڑی پیشین گوئی کی ہے کہ اس کتاب کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔اس میں کوئی الفاظ کی کمی بیشی نہیں کرسکے گا اور یہ تا قیامت اپنی اصلی حالت میں قائم رہے گی۔اس کی حفاظت کا ذمہ پروردگار نے خود لیا، چنانچہ فرمایا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر:15،آیت: 9)

''بے شک یہ ذکر (قرآن مجید) ہم نے ہی نازل کیا ہے اور بے شک ہم ہی اسکے محافظ ہیں''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ﴾ (حٰم السجدہ: 42-41)

''اور بے شک یہ قرآن بہت معزز کتاب ہے، باطل نہ اس میں سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے''

1400 سال گزر گئے یہ کتاب جوں کی توں اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔ حالانکہ ابتدائی ادوار میں پرنٹ میڈیا کا باقاعدہ نظام نہ تھا، یہاں تک کہ لکھنے کے لئے کاغذ تک میسر نہ تھے۔ اس کے باوجود اسکا اصل حالت میں قائم رہنا اللہ کی ذات کی بہت بڑی نشانی ہے۔ سابقہ الہامی کتابیں تورات، انجیل وغیرہ تھوڑے ہی عرصے میں تبدیل ہوگئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا ذمہ نہ لیا تھا۔ آپ ﷺ کے بعد چونکہ پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ بند ہو جانا تھا اور اس آخری کتاب نے قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہدایت بننا تھا اس لئے اسکے اصلی حالت میں رہنے کی ذمہ داری پروردگار نے اپنے ذمے لے لی۔ جو کہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ وہ ہے جس کی بات کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔

یہ کتاب اس لئے سلامت نہیں کہ اسے تبدیل کرنے کی کسی نے کوشش نہیں کی بلکہ اس وجہ سے سلامت ہے کہ اسے اللہ سلامت رکھے ہوئے ہے اور اس نے اسے تبدیل نہیں ہونے دیا۔

کفار کے بارے میں پیشین گوئیاں

جس طرح مسلمانوں کی تسلی اور حوصلہ افزائی کے لئے انہیں پیشگی خوشخبریاں دی گئیں۔ اسی طرح کفار کے ناکام ونامراد ہونے کی خبریں بھی وقت سے پہلے ہی دے دی گئیں۔ ایسی چند خبریں ملاحظہ کریں اور اپنی قسمت پر رشک کریں کہ آپ اس اللہ پر ایمان لے آئے جو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔

کفار نے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا، مال و دولت اور دیگر وسائل بروئے کار لائے لیکن ﷲ نے انہیں کامیاب نہ ہونے دیا اور وقت آنے سے پہلے ہی ان کی ناکامی کی خبر دی۔ چنانچہ ارشاد ہوا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ﴾ (سورۃ۔انفال:8, آیت: 36)

’’بے شک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکیں۔ سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے، پھر (ایسا وقت آئے گا جب) وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے پھر یہ (کافر) مغلوب ہو جائیں گے اور انکار کرنے والوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائیگا‘‘

کیا ﷲ کے سوا اتنی بڑی پیشگی خبر کوئی دے سکتا ہے؟ تو پھر آپ ایمان کیوں نہیں لاتے؟

موافق حالات اور مادی وسائل سے لیس کفار کو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا اور انہیں یقین تھا کہ وہ بے بس کمزور مسلمانوں پر غالب ہو جائیں گے لیکن وقت سے پہلے اللہ نے ان کو مغلوب کرنے کی خبر دی۔ ارشاد ہوا: ﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ، سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾ (سورۃ القمر:54، آیت: 45 ـ 44)

’’یا یہ کہتے ہیں کہ ہم غلبہ پانے والی جماعت ہیں، عنقریب یہ جماعت شکست دی جائے گی اور یہ پیٹھ پھر کر بھاگے گی‘‘

اللہ کی بات پوری ہو کر رہی۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد ’’بدر‘‘ کا معرکہ ہوا جس میں کفار کا زعم و فخر خاک میں مل گیا، انہیں شکست ہوئی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ اس معرکے کے بعد جب آنحضور ﷺ خیمے سے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر اوپر ذکر کردہ آیت کریمہ تھی۔ (صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر)

<u>تمام دلائل ایک طرف!</u> آپ سب دلائل اور حقائق سے چشم پوشی کر لیں اور صرف ایک اس دلیل کو سامنے رکھ لیں ۔تمام مخلوقات مل کر قیامت تک اس کی توجیہات بیان کریں۔تو پھر بھی نہ کر سکیں گی صرف ایک ہی نتیجے پر متفق ہونا پڑے گا کہ یا تو یہ آیت کریمہ بدر کے وقوع پذیر ہونے کے بعد قرآن مجید میں داخل کی گئی ہے جو کہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ پھر یہی صحیح نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ (۲) جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں (۳) اللہ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔

پس مبارک ہوان لوگوں کو جو بن دیکھے کائنات کی سب سے بڑی حقیقت اللہ کی ذات پر ایمان لے آئے ہیں اگر آپ کو یقین کامل حاصل ہو گیا ہے تو اللہ کو زندگی کی سب سے بڑی ترجیح (Top Priority) بنانے میں دیر نہ کریں۔ فیصلہ ابھی کریں کہ زندگی کے ایام کسی وقت بھی ختم ہو سکتے ہیں۔

<u>ابوجہل کو دھمکی:</u> ابو جہل نبی کریم ﷺ کی مخالفت اور دشمنی سے آپ ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکتا تھا ۔سخت دھمکی آمیز باتیں کرتا اور کہتا اللہ کی قسم ،اس وادی میں سب سے زیادہ میرے حمایتی اور مجلس والے ہیں اس پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں۔

﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ o نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ o فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ o سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ﴾ (سورۃ العلق: 96،آیت 18-15)

''یقیناً اگر یہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے، ایسی پیشانی جو جھوٹی خطا کار کی ہے۔ یہ اپنی مجلس والوں کو بلا لے ہم بھی (دوزخ) کے پیادوں کو بلا لیں گے''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر وہ (ابو جہل) اپنے حمایتوں کو بلاتا تو اسی وقت عذاب کے فرشتے اسے پکڑ لیتے ۔(جامع ترمذی۔تفسیر سورۃ اقراء)

چنانچہ ابو جہل کو ذلیل رسوا کر دیا گیا اور اس کا انجام عبرتناک ہوا۔

بالآخر پیغمبر اسلام ﷺ کی شاندار کامیابی

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ چونکہ دین حق کو سربلند کرنا تھا اس لیے کافروں کی تدبیریں حالات سازگار رہونے کے باوجود بھی ان کے کام نہ آسکیں۔ اُس نے بے بس اور کمزور وناتواں مسلمانوں کو مکمل غالب کرنے کی پیشگی خبریں دی۔

﴿ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ، هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ (سورۃ الصّف: 61، آیت: 9-8)

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور (جبکہ) اللہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنی روشنی (اسلام) کو مکمل کر کے رہے گا خواہ (یہ کام) منکروں کے لئے کتنا ہی ناگوار ہو۔ وہی (اللہ) تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ شرک کرنے والوں کو یہ کتنا ہی ناگوار گزرے"

اس دعوے کو کئے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ سارا عرب آپ ﷺ کے قبضے میں آ گیا۔ تھوڑے سے نہتے اور بے سروسامان لوگ کثیر لوگوں پر جن کے پاس ہتھیاروں اور ساز وسامان کا ذخیرہ تھا اور وقت جن کا ساتھ دے رہا تھا، ان پر غالب آ گئے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے اپنا پیشگی دعویٰ پورا کر دکھایا۔

ان حقائق کی عالم دنیا کے اسباب و ذرائع اور مادی اصطلاحات کے مطابق کوئی اور توجیہہ ممکن نہیں، سوائے اس کے کہ آپ ﷺ دنیا میں خدا کے نمائندے تھے، کائناتی طاقت آپ ﷺ کے ساتھ تھی ورنہ محض انسان یہ کام نہیں کر سکتا۔ یہ ایسی حقیقت ہے جسکی انسانی تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی نہیں ملتی۔ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی اس ناقابل یقین صورت حال کا اعتراف کیا، چنانچہ:

جے ڈبلیو۔ ایچ۔ اسٹوبرٹ (J.W.H. Stobert) نے اعتراف کیا کہ:

"آپ کے پاس جتنے کم ذرائع تھے، اور جو وسیع اور مستقل کارنامہ آپ ﷺ نے

انجام دیا، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ساری انسانی تاریخ میں اتنا نمایاں طور پر درخشاں نام اور کوئی نظر نہیں آتا جتنا نبی عربی کا ہے''

(Islam & its founder, p.228)

سر ولیم میور (Milliam Moir) نے کہا:

''(جناب) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا، انہیں مٹھی بھر آدمیوں کے ساتھ دن رات اپنی کامیابی کا انتظار رہتا تھا، بظاہر بالکل غیر محفوظ بلکہ یوں کہیے کہ شیر کے منہ میں رہ کر وہ ہمت دکھائی کہ اس کی نظیر اگر کہیں مل سکتی ہے تو صرف بائبل میں جہاں ایک نبی کے متعلق ذکر آیا ہے کہ انہوں نے خدا سے کہا تھا کہ صرف میں رہ گیا ہوں''

(Life of Muhammad PBUH, P-221)

آئیں ان حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے، اللہ جل جلالہ، اسکے رسول ﷺ اور اس کی کتاب پر ایمان لے آئیں اور ان کو زندگی کی ترجیح اول (Top Priority) بنالیں۔ اللہ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائیں (آمین)۔

ایک اور ایمان افروز حقیقت

اللہ کی ذات کے وجود (Existence)، آنحضور ﷺ کے برحق رسول اور قرآن مجید کے اللہ کی کتاب ہونے پر یقین حاصل ہو جانے کے بعد، اسی کتاب سے دیگر اقوام کے متعلق ایک اور حیرت انگیز دلیل پیش خدمت ہے تا کہ ایمان اور مضبوط ہو جائے۔

اہل روم کا مغلوب ہونے کے بعد دوبارہ ایرانیوں پر غالب آنا

مذکورہ حیرت انگیز حقیقت کی پیشگی خبر قرآن مجید نے یوں دی:

﴿غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ، فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ هُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِهِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ، فِیۡ بِضۡعِ سِنِیۡنَ لِلّٰهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ وَ یَوۡمَئِذٍ یَّفۡرَحُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ، بِنَصۡرِ اللّٰهِ یَنۡصُرُ مَنۡ یَّشَآءُ وَ هُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ﴾

(سورۃ الروم:30 آیت:5-1)

”رومی مغلوب ہوگئے ، نزدیک کی زمین میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب (پھر سے) غالب آجائیں گے، چندہی سال میں۔ اس سے پہلے اوراس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالٰی ہی کا ہے، اس روز مسلمان شادمان ہوں گے اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، وہ بہت غالب اور رحم کرنے والا ہے“

عہد رسالت میں دو بڑی طاقتیں ایک فارس (ایران) اور دوسری روم تھی۔ ایرانی اس وقت آتش پرست تھے جبکہ رومی اہل کتاب عیسائی تھے۔ مسلمانوں کی ہمدردیاں عیسائیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ اہل کتاب تھے جبکہ مشرکین مکہ کی ہمدردیاں ایرانیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ دونوں غیر اللہ کے پجاری تھے۔ آنحضور ﷺ کی بعثت کے چند سال بعد ایرانی حکومت رومیوں پر غالب آ گئی جس پر مشرک خوش ہوئے اور مسلمان غمزدہ ہوگئے۔ آتش پرستوں نے رومی علاقہ پر قبضہ کر کے عیسائی مذہب کو مٹانے کے لئے شدید ترین مظالم شروع کر دیئے۔ گرجا گھر مسمار کر دیئے گئے اور قریباً ایک لاکھ عیسائیوں کو بے گناہ قتل کر دیا گیا، ہر جگہ آتش کدے تعمیر کئے گئے اور آگ اور سورج کی جبری پرستش کو رواج دیا گیا۔ یہاں تک کہ قیصر روم نے ملک بچانے کی بجائے اپنی ذات کو بچانے کا فیصلہ کر لیا اور قسطنطنیہ کو چھوڑ کر بحری راستے سے اپنی جنوبی افریقہ کی ساحلی قیام گاہ میں جانے کا طے کر لیا۔

جتنا روم کے زوال پر لکھا گیا ہے اتنا شاید ہی کسی تہذیب کے خاتمے پر لکھا گیا ہو۔ اس زوال کی تفصیلات "Edward Gibben" نے اپنی مشہور کتاب "The History of the Decline & fall of the Roman Empire" میں قلمبند کی ہیں۔

جس طرح رومی سلطنت زوال پذیر ہوئی مورخین کے مطابق چند سالوں میں اس کا دوبارہ غالب آنا کسی طرح بھی ممکن نہ تھا۔ کفار کو قرآن مجید کی یہ پیشگی ناممکن العمل نظر آتی تھی۔ جب سورہ روم کی مذکورہ آیات نازل ہوئیں تو کفار مکہ نے اس کا خوب مذاق اڑایا۔ تاہم مسلمانوں کو اللہ کے اس فرمان پر پورا یقین تھا اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابوجہل سے یہ شرط باندھ لی کہ رومی پانچ سال کے اندر دوبارہ غالب آجائیں گے۔ جب آپ ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ

ﷺ نے فرمایا (بِضْعَ) کا لفظ 3 سے 10 تک کے عدد کے لئے استعمال ہوتا ہے تم نے 5 سال کی مدت کم کر رکھی ہے، اس میں اضافہ کرلو۔ چنانچہ معجزانہ طور پر رومی 9 سال کی مدت میں دوبارہ روم پر غالب آ گئے۔ جس سے مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ (جامع ترمذی۔ تفسیر۔ روم)

اب تو انکار کی کوئی صورت باقی نہ رہی!

اگر ایسا ہوتا کہ کوئی ایک آدھی پیشین گوئی سچ ثابت ہوجاتی اور باقی غلط ہوجاتیں تو پھر بھی کوئی صورت تھی انکار کی لیکن ساری کی ساری پیشین گوئیوں کا حرف بحرف سچا ثابت ہوجانا کیا ہمارے ذہن کے دریچے کھولنے کے لئے کافی نہیں کہ ہم اس صداقت کو تسلیم کرلیں۔ کیا ان حقائق کا نتیجہ اسلام کی صداقت کے سوا کوئی اور بھی نکل سکتا ہے؟

اس اٹل حقیقت نے عقل وبصیرت کی بنا پر حق کو تسلیم کرنے کا ایسا زبردست موقع دیا ہے کہ انکار کے تمام راستے بند کردیئے ہیں۔ آنے والے وقت سے 10 سال پہلے ایسی پیشین گوئی کردینا بظاہر اسباب جسکے پورا ہونے کے الٹ جارہے ہوں اسکا مذکورہ وقت (بِضْعَ:10-3) سال میں پورا ہوجانا تمام نسل انسانی کو دعوت غور وفکر دیتا ہے عقل ودانش کے ساتھ سوچنے کی۔ یہ جو کچھ آپ نے ملاحظہ کیا محض الفاظ تو نہیں یا کوئی ناول یا کہانی تو نہیں جسے نظر انداز کردیا جائے۔ یہ بہت بڑی حقیقت ہے جو اس بات کا واضح ثبوت دے رہی ہے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے، جن پر یہ نازل ہوئی وہ یقیناً اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور اللہ اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے، تمام ذرائع ووسائل اسکے قبضہ قدرت میں ہیں۔

اس باب میں جہاں آپ کو حق کی صداقت پر عین الیقین حاصل ہوا وہیں آپ کو اللہ کا بھی کچھ تعارف نصیب ہوا کہ اللّٰہ وہ ہے جس کے فیصلوں کے آگے نہ زمانے رکاوٹ بنتے ہیں نہ حالات اسکے فیصلوں کو تبدیل کرسکتے ہیں۔ اس کا علم ازل تا ابد ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ جو ہوچکا وہ بھی اسکے علم میں اور جو ابھی ہونا ہے اس کی بھی وہ پوری پوری خبر رکھتا ہے۔

آئیں یقین کی اس دولت کے ملنے کی خوشی میں اس کا ہونے کا فیصلہ کرلیا جائے، اُسے اپنی زندگی

کی ترجیح اول بنالیا جائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)۔

آج آپ کو آپکے رب کی اس بات پر یقین کی دولت ملی کہ:

﴿وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (الانعام:6 آیت:116)

''اور پوری ہوگئی تیرے رب کی (ہر) بات سچائی اور عدل کے ساتھ، اسکے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں، وہ تو سننے والا، جاننے والا ہے''

فیصلہ کریں!

اگر آپ قرآن مجید پر ایمان نہیں رکھتے تو آپ سے گزارش ہے کہ اس باب میں جو کچھ آپ نے پڑھا یا تو اسے غلط ثابت کریں اور ہماری بھی رہنمائی کریں اگر ایسا نہ کرسکیں تو پھر ان حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ و رسول ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ انشاء اللہ دنیا و آخرت میں حقیقی خوشیاں آپ کا مقدر بن جائیں گیں۔قرآن مجید کی چند چیزوں کی غلط سمجھ کی بنیاد پر اس میں موجود بے شمار نا قابل تردید یقینی دلائل کو نظر انداز کردینا بہت بڑی ناانصافی ہے۔

---

(6) مافوق امور اللہ جل جلالہ کا تعارف اور نشانی

کائنات ضابطے اور قوانین فطرت کے تحت چل رہی ہے۔ان قوانین کو مرتب کرنے والے نے انسانوں کو اپنی پہچان کا رستہ دکھانے کے لیئے کئی مافوق الاسباب امور کر کے بھی دکھائے ہیں تا کہ انسان پر یہ بات واضح ہو جائے کہ ان قوانین کو اللہ نے ہی بنایا ہے اور جب چاہے وہ ان قوانین کے بغیر بھی امور انجام دے دے۔ایسی کئی نشانیاں ہیں جن میں سے صرف چند پیش کی جائیں گی جن کی تصدیق زمانہ بھی کر چکا ہے اور جن کو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے۔

غار والوں کا قصہ

یہ واقعہ سلطنتِ روم میں حضرت عیسی علیہ السلام کے قریباً 100 سال بعد پیش آیا۔ چند نوجوانوں نے

جب انسانوں کی پوجا کروانے والے بادشاہ وقت ''ایڈرین'' کے دربار میں اللہ کے علاوہ تمام معبودوں کی نفی کردی تو حکمت کے تحت اللہ نے ان نوجوانوں کو وہاں سے بچا کر غار میں پناہ دی۔ پھر انہیں 446ء میں شہنشاہ تھیوڈس جو کہ توحید پرست تھا اسکے دور میں دوبارہ قریباً 300ء سال بعد اٹھایا۔ ہماری سرزمین پر رونما ہونے والا یہ عجیب وغریب واقعہ ہے جو اللہ کے ہونے کا یقینی پتہ دیتا ہے اور اس سے متعارف کراتا ہے۔ وہ اللہ جس نے 300ء سال تک غار میں فطری قوانین ان پر لاگو نہ ہونے دیئے، نہ تو ان کا جسم گلا سڑا، نہ جانور، درندے اور کیڑے مکوڑے ان کے قریب پھٹکنے دیئے اور نہ ہی انسان ان تک رسائی حاصل کر سکے۔ پھر معجزانہ طور پر انہیں تقریباً 300 سال بعد اٹھا کھڑا کیا تا کہ وہ دیکھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ کسطرح ظالم اور جابر حکمرانوں کو ختم کر کے اہل توحید کو اقتدار بخشتا ہے، کیونکہ ان لوگوں کی شدید خواہش تھی کہ وہ حق کی سربلندی دیکھیں۔ اس واقعہ کے متعلق مورخین نے بھی لکھا ہے جیسے ''گبن'' نے مشہور کتاب ''رومی سلطنت کا عروج وزوال'' میں سات سونے والوں (7-Sleepers) کے نام سے تذکرہ کیا ہے۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کے متعلق الکہف کے نام سے پوری صورت موجود ہے۔ جسکی ہم صرف ایک آیت ایمان کی تازگی کے لیے پیش کر دیتے ہیں۔ جب یہ نوجوان اللہ کے لیے شہنشاہ وقت ایڈرین کے دربار میں کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس موقع کی منظر کشی یوں کی۔

﴿ وَّ رَبَطۡنَا عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ اِذۡ قَامُوۡا فَقَالُوۡا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَنۡ نَّدۡعُوَاۡ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلٰهًا ﴾ (الکہف:18، آیت:14)

''اور مضبوط کردیے ہم نے ان کے دل جب وہ کھڑے ہوئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب (صرف) وہی ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمین کا۔ ہرگز نہیں پکاریں گے ہم اسکے سوا کسی معبود کو''

حضرت یوسف علیہ السلام کی حفاظت

یہودیوں نے حضرت یوسف (علیہ السلام) کے متعلق ہمارے پیارے رسول ﷺ سے سوال کیا تھا

جس پر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کے نام سے پوری سورۃ نازل فرمائی۔قصہ مختصر حضرت یوسف (علیہ السلام) کے بھائی ان کو قتل کرنا چاہتے تھے تا کہ ان کے والد کی توجہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کی بجائے ان کی طرف زیادہ ہو سکے جسکا ذکر یوں کیا گیا:

﴿ اقْتُلُوا يُوسُفَ اَوِ اطْرَحُوهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيكُمْ وَ تَكُونُوا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴾ (یوسف:12 آیت:9)

''قتل کردو یوسف (علیہ السلام) کو یا پھینک دو اسے کسی جگہ تا کہ خالص ہو جائے تمہارے لیے توجہ تمہارے باپ کی اور ہو جائیں گے ہم اسکے بعد نیکوکار''

بہانے سے ان کے بھائی یوسف علیہ السلام کو گھر سے لے گئے تا کہ قتل کر دیا جائے لیکن اللہ نے فیصلہ کیا ہوا تھا انہیں بچانے کا انہوں نے قتل کرنے کی بجائے اندھے کنویں میں پھینک دیا۔اسی وقت اللہ نے پانی کی تلاش میں کچھ لوگوں کو کنویں میں بھیج دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو نکلوا دیا۔پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بالآخر زمانے کے حوادث سے حضرت یوسف علیہ السلام کو بچا کر مصر کا اقتدار عطا فرمایا جسکا ذکر قرآن مجید نے یوں کیا۔

﴿ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِى الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

(سورۃ یوسف:12،آیت:56)

''اور اسطرح اقتدار عطا کیا ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو ملک میں تا کہ وہ جگہ بنا لے اپنے لیے اس میں جہاں چاہے اور نہیں ضائع کرتے ہم اجر اچھے کام کرنے والوں کا''

یہ سچا واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کہ اس کائنات کو چلانے والا غیب کے پردوں میں چھپا ہوا کوئی خدا ہے جس کے قبضہ میں تمام کائنات کے قوانین اور زمانے کے حالات واقعات ہیں اور تمام قوانین اس کے ارادہ کی پیروی کرتے ہیں۔ایسے واقعات سے سابقہ آسمانی کتابیں،تاریخ اور قرآن مجید بھرا پڑا ہے،اختصار کی خاطر ہم انہیں چند واقعات تک محدود رہتے ہیں۔یہ واقعات کوئی فرضی

قصے نہیں۔ زمانہ ان کے وقوع پذیر ہونے کی گواہی دے چکا ہے جس کا انکار ممکن نہیں ۔ کیا یہ واضح حقیقت ہمارے لیے اپنے خوبیوں والے رب پر نثار ہونے کے لیے کافی نہیں۔

خلاف فطرت تخلیق : اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق فطری قانون کے تحت مرد اور عورت سے کی ہے لیکن اس کائنات میں بعض تخلیقات خلاف معمول بھی کی ہیں تا کہ رب کی پہچان ہو سکے جسکی چند صداقت پر مبنی مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ا۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کی پیدائش: حضرت زکریا علیہ السلام نے عمر کے اس حصے میں اولاد کی دعا کی جب دونوں میاں بیوی شدید بڑھاپے کی حالت میں تھے اور ان کی بیوی بانجھ ہو چکی تھی۔ اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور جب فرشتے کے ذریعے خوشخبری بھیجی تو انہوں نے بہت تعجب کیا کہ میرے ہاں اولاد کیسے ہوسکتی ہے۔ اس پر خوبیوں والے رب نے فرشتے کو حکم دے کر بھیجا۔

﴿ قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْئًا ﴾ (مریم:19، آیت:9)

''فرمایا یونہی ہوگا، تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لیے آسان کام ہے اور دیکھو میں نے تمھیں بھی تو پیدا کیا تھا اس سے بیشتر کہ تم کوئی چیز نہ تھے'' (یعنی ناچیز قطرے سے انسان کا بننا کون سا سمجھ میں آتا ہے''۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی دلیل اور نشانی بنانے کے لیے بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔ چنانچہ جب حضرت مریم علیہا السلام کو فرشتے نے خوشخبری دی تو انہوں نے حیرت کا اظہار کیا کہ میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا جبکہ مجھے کسی مرد نے چھوا تک نہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے پیغام بھیجا۔

﴿ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَ لِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ، فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴾

(مریم:19، آیت:22-21)

''فرشتے نے کہا یوں ہی ہوگا، تیرا رب فرماتا ہے کہ یہ میرے لیے بہت آسان ہے،
تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور رحمت ہو ہماری طرف سے اور یہ ایسی
بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے، پس وہ حاملہ ہوگئیں، پھر وہ چلی گئیں بچے کو (شکم میں)
لیے کسی دور جگہ''

اسکے بعد جب لوگوں نے حضرت مریم علیھا السلام پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قوت گویائی دی اور چند دن کا بچہ بولا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔

۳۔ انسانیت کی تخلیق سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں اور بغیر باپ کے پیدا فرما دیا۔ یہ صداقت پر مبنی سچے حقائق ہمیں سوچنے کی دعوت دیتے ہیں اپنے رب کے بارے میں۔

نافرمان اقوام کی ہلاکت

سابقہ بہت ساری اقوام جن کو اللہ کے برگزیدہ پیغمبروں نے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن جب وہ کسی طرح بھی نہ مانے اور مسلسل حق کو جھٹلاتے رہے یہاں تک کہ انبیاء کرام کو قتل کرنے کے درپے ہو گئے، تب اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا اور نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ بطور دلیل صرف ایک قوم کے متعلق قرآنِ مجید کی آیات ملاحظہ کریں۔ قوم نوح کو پانی کے سیلاب میں غرق کیا، ارشاد ہوا؛

﴿حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ قُلۡنَا احۡمِلۡ فِیۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ﴾

(سورہ ھود: 11، آیت: 40)

''یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا تو تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے حکم دیا کہ سوار کر لو اس
کشتی میں ہر قسم کے نر اور مادہ کا جوڑا جوڑا''

چنانچہ کئی ماہ تک آسمانوں سے اور زمین سے پانی جوش مارتا رہا یہاں تک کہ سب ظالموں کو ہلاک کر دیا گیا سوائے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کے جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ جب سب غرق ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے پانی کو تھم جانے کا حکم دے دیا، چنانچہ بارش رک گئی اور زمین کا پانی واپس زمین نے قبول کر لیا جسکا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا گیا۔

﴿وَ قِيۡلَ يٰۤاَرۡضُ ابۡلَعِىۡ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقۡلِعِىۡ وَ غِيۡضَ الۡمَآءُ وَ قُضِىَ الۡاَمۡرُ وَ اسۡتَوَتۡ عَلَى الۡجُوۡدِىِّ وَ قِيۡلَ بُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ﴾

(سورہ ھود:11 ،آیت: 44)

''اور کہہ دیا گیا! اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا، اور (ساتھ ہی) اتر گیا پانی اور چکا دیا گیا فیصلہ اور جا ٹھہری (کشتی) جودی پہاڑ پر اور کہہ دیا گیا کہ لعنت پڑ گئی ان لوگوں پر جو ظالم تھے''

اس روئے زمین پر وقوع ہونے والا یہ سچا واقعہ جہاں قرآن اور رسول ﷺ کی صداقت اور اللہ کی نشانی ہے وہیں اس میں خوف و عبرت ہے کہ اللہ کی نافرمانی کی زندگی کتنے بڑے خسارے کا باعث ہے۔

خدا اور مذہب کا انکار

ہماری اس کتاب کے سابقہ ابواب میں خدا اور مذہب کے منکرین (Atheist) کی اکثر غلط فہمیوں کا ازالہ تو کر دیا گیا ہے۔ مسلم اور غیر مسلم (Non-Atheist) سکالرز نے بھی ان لوگوں کے رد میں بہت لکھا ہے۔ یہاں ہم عصر حاضر کے نامور منکرِ خدا (Atheist) رچرڈ ڈاوکنز (Richard Dawkins) کے بنیادی اعتراضات کی نشاندہی کرتے ہیں جو اس نے اپنی کتاب (The God Delusion) میں خدا اور مذہب کے انکار پر پیش کیے۔ رچرڈ نے مذکورہ کتاب کے آغاز میں کہا ہے کہ جو بھی اس کتاب کو پڑھے گا وہ منکرِ خدا (Atheist) ہو جائے گا۔ جب میں نے اس کتاب میں موجود دلائل کو دیکھا تو میرا اللہ پر ایمان اور زیادہ پختہ ہو گیا (الحمدللہ)۔ اس کتاب میں بنیادی طور پر 3 دلائل کی بنا پر خدا کا انکار کیا گیا ہے جو کہ یہ ہیں:

اعتراض نمبر۔ا: کائنات میں مختلف قسم کی اشیاء بشمول پیچیدہ ساخت (Complex) کی حامل اشیاء ڈارون کے نظریہ ارتقاء بذریعہ قدرتی چناؤ (Natural Selection) سے وجود میں آئی ہیں۔

نـــوٹ: یادرہے کہ کائنات میں موجود اشیاء کے متعلق 3 نظریات چلتے آرہے ہیں۔ (i) کائنات کوکسی نے ڈیزائن یا تخلیق کیا ہے اور وہ خدا ہے۔ (ii) چیزیں خود بخود 'By Chance' وجود میں آ گئی ہیں۔ (iii) ارتقائی عمل کے نتیجے میں موجودہ شکل میں بنی ہیں (ڈارون کا نظریہ) چونکہ خود بخود 'By Chance' تخلیق کے امکان کی اہل علم پہلے ہی تردید کر چکے ہیں اس لیے رچرڈ نے ارتقائی عمل کو ترجیح دی ہے۔

اعتراض نمبر۔۲: اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ کائنات کی انتہائی پیچیدہ تخلیق خالق نے کی ہے تو وہ خالق یقیناً کائنات سے زیادہ پیچیدہ ہوگا تو پھر یقیناً اسے بھی کسی نے تخلیق کیا ہوگا۔ یہ نہ انصافی ہوگی کہ کائنات کے خالق کو تو تسلیم کیا جائے، لیکن خدا کے خالق کو تسلیم نہ کیا جائے۔

اعتراض نمبر۔۳: دنیا میں پائے جانے والے منکرین خدا (Atheists) مہذب، بااخلاق، اور متوازن (Balanced) لوگ ہیں جبکہ مذہب پر عمل پیرا ہونے والے بداخلاق، بددیانت، فریبی، لڑائی جھگڑا اور خونریزی کرنے والے ہیں۔ مذہب کو تسلیم کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اچھے لوگ بھی بُرے بن جاتے ہیں۔

ان تین اعتراضات میں سے ''اعتراض نمبر۔۲'' کو تو اسی تحریر میں واضح کیا جا رہا ہے، جبکہ باقی دو اعتراضات سمیت دیگر اٹھائے جانے والے کئی اعتراضات کی حقیقت سے آگاہی کیلئے دیکھئے ہماری تحریر: (کائنات سے خالقِ کائنات تک، باب۔۷)

جواب: اعتراض نمبر۔۲

کائنات اور خالق کے متعلق مذکورہ استدلال میں جو چیز ہمارے مشاہدے میں ہے اور جسکا انکار ممکن نہیں وہ یہ ہے کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں، یہ اپنا آغاز رکھتی ہے۔ عظیم دھماکے (Big Bang) سے بھی یہ بات سامنے آئی کہ کائنات کو سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کسی نے تخلیق کیا ہے۔ اب اگر یہ خیال کیا جائے کہ خدا کا بھی کوئی خالق ہوگا تو پھر خدا کے خالق کے خالق کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ سلسلہ لامتناہی ہونے کے ساتھ ساتھ ہر خالق کے خالق کا وجود اپنی ساخت کے اعتبار سے پیچیدہ سے

پیچیدہ تر ہوتا چلا جائے گا۔ یوں یہ سوال خود بخود غلط ثابت ہو جائے گا۔اس سوال کے غلط ہونے کی بنیادی وجہ کم علمی کی بنا پر خدا کو خالق تسلیم کرنے کی بجائے اسے بھی مخلوق تسلیم کرنا ہے حالانکہ مخلوق ہمارے مشاہدے میں ہے جبکہ خالق ہمارے مشاہدے میں نہیں۔

اب صرف دو ہی ممکنہ صورتیں باقی رہ جاتی ہیں۔(i)۔یا تو کائنات ہمیشہ سے ہے۔(ii)۔یا اسکو بنانے والا ہمیشہ سے ہے۔کائنات کو ہمیشہ سے ماننے کا مطلب یہ ہے کہ واضح حقائق کو جھٹلاتے ہوئے جھوٹ پر بنیاد رکھ لی جائے۔پس سچائی کا نتیجہ صرف اور صرف یہی نکلے گا کہ کائنات کا خالق صرف ایک ہے اور وہ ہمیشہ سے ہے، ازلی ہے، حادث نہیں، اسی بات کی تصدیق لاکھوں سچے انبیاء کرام علیھم السلام نے بھی کی اور اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید نے بھی کی۔باقی خدا کو ازلی ماننے پر اعتراضات اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم کہیں کہ چینی میٹھی ہے تو کیوں میٹھی ہے، نمک کیوں نمکین ہے، کڑوی چیزیں کیوں کڑوی ہیں وغیرہ وغیرہ۔یوں اس سوال کے پہلے حصے کی صداقت نے دوسرے حصے کو خود بخود ثابت کر دیا ہے۔اب تیسری ممکنہ صورت کہ کائنات کا کوئی خالق نہیں یہ خود بخود تخلیق ہو کر موجودہ صورت میں ڈھل گئی ہے، یہ ایسی بات ہے جسکا کوئی عقلمند شخص تصور بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس بات کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔خدا ہمیں سچائی پر ثابت قدم رکھے۔(آمین)

خالق کا انکار ممکن نہیں!

اللہ کی ذات کائنات کی ایسی واضح اور بڑی حقیقت ہے کہ کسی بھی ذی شعور اہل عقل انسان کے لئے اس کا انکار ممکن نہیں۔اللہ کا انکار درحقیقت اپنے وجود اور کائنات کا انکار ہے۔انسان کا معنی خیز، انتہائی پیچیدہ ساخت اور افعال کا حامل وجود بغیر کسی منصوبہ ساز کے آخر کہاں سے آ گیا ہے؟ کیا مادے نے خود یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ انسان میں تبدیل ہو جائے اور اس بے جان مادے میں زندگی کی رمق کیا خود بخود پیدا ہو گئی ہے؟ نہیں بلکہ اسے خالق نے بنایا ہے جس کا نام اللہ ہے، وہ بھولے ہوئے انسان کو یوں جھنجھوڑتا ہے:

﴿كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ كُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ○ هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ثُمَّ اسۡتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ﴾ (البقرہ: 2: 29-28)

’’تم کیسے اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہو حالانکہ تم محض بے جان تھے پھر اس نے تمہیں زندگی بخشی، وہی پھر تمہیں موت دے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہی تو ہے جس نے تخلیق کیا تمہارے لئے وہ سب کا سب جو زمین میں ہے، پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف سو درست بنا دیئے سات آسمان اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے‘‘

پیارے ساتھو! آئیں ان یقینی حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے خالق کائنات پر ایمان و یقین کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ اللہ ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے۔ (آمین)

اس تحریر میں اگر کوئی کمی بیشی ہوئی ہو تو، اُسے اللہ اپنے کمال فضل سے معاف فرمائے اور جن بھائیوں نے تعاون فرمایا اُن کے علم و عمل اور درجات میں اضافہ فرمائے۔ اس کاوش کا بہترین اجر میرے پیارے والدین بالخصوص پیاری والدہ محترمہ مرحومہ کو عطا فرمائے اور انکی بخشش اور درجات کی بلندی کا سبب بنائے۔ (آمین)

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ هَدٰٮنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهۡتَدِىَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ هَدٰٮنَا اللّٰهُ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَقِّ﴾

’’اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں اِس کی ہدایت دی اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔‘‘

((وما تو فیقی الاّ باللّٰہ))

✡✡✡✡✡

جلدی کریں!

ہماری زندگی اورموت کے مابین ایک غیر یقینی دیوار حائل ہے۔ ہر آن اندیشہ ہے کہ یہ دیوار ٹوٹ جائے اور آخرت کے حقائق ایک بے پناہ سیلاب کی طرح ہمارے اوپر پھٹ پڑیں۔ اُس وقت کوئی زور، کوئی ہوشیاری کام نہ آئے گی۔ انسان بالکل بے سہارہ ہو کر اپنے خالق کے سامنے کھڑا ہوگا ۔قرآنی احکامات سے دور، خود ساختہ سوچ، فرقہ واریت اور مسلک پرستی کی بنا پر غلط عقائد وافعال پر گامزن، خواہشات کے رسیا، دنیا کی دلفریبیوں میں گم، آخرت سے غافل لوگ دائمی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ صرف بچے گا وہ جس نے تعلیمات وحی کو من وعن سمجھا اور من وعن تسلیم کرلیا۔ اپنی سوچ، اپنے فرقے، گروہ، اپنے لیڈرز، اکابرین، امام، پیر اور بزرگ حضرات کو حقیقی معنوں میں اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات کے تابع کرلیا۔ جس نے صبر کے ساتھ اپنی خواہشات کو قابو کرتے ہوئے، خالق کے سامنے پیش ہونے سے قبل دنیا کی زندگی میں اپنا حساب کرلیا ہوگا۔

اسلئے مکار ابلیس کے فریب سے بچیں اور جلد از جلد حقیقت تسلیم کر کے اپنی دنیا و آخرت کو بچالیں۔ جلدی کریں مہلت کا کچھ بھروسہ نہیں:

''اور (اَے لوگو !) پیروی کرو اُس بہترین شے (قرآنِ حکیم) کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اُتاری گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔ (اَیسا نہ ہو کہ) پھر تم کہنے لگو کہ ہائے افسوس! اُس غفلت پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اُڑانے والوں میں ہی رہا۔ یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں شامل ہو جاتا۔ یا (قیامت کے دن) عذاب کو دیکھ کر کہنے لگے اَے کاش ! کسی طرح مجھے (دنیا میں) دوبارہ بھیج دیا جائے تو میں بھی نیک لوگوں میں شامل ہوسکوں۔ (اللہ فرمائے گا:) ہاں ہاں! بے شک تیرے پاس میری آیات (قرآن) پہنچ چکی تھیں جنھیں تو نے جھٹلایا اور غرور وتکبر کیا اور تو اِنکار والوں میں ہی رہا۔''

(سورۃ الزمر، آیت: 59 - 55)

ہماری دعوت!

وہ مسلمان جنھیں اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا، موجودہ دور میں انکی حالت تشویشناک ہے۔ مسلمان جدا جدا گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں، علیحدہ علیحدہ مساجد اور مکاتب بن چکے ہیں، جو جس گھرانے میں پیدا ہوا یا جس ماحول میں پرورش ہوئی وہی اسکا دین و مذہب بن گیا۔ لوگ اپنے پسندیدہ مسلک اور فرقے کو صحیح جبکہ باقیوں کو غلط سمجھتے ہیں۔ باہمی نفرت میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا نظر آرہا ہے۔ ان حالات میں ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ فرقوں سے بالاتر ہو کر سچائی کی بنیاد پر غلط اور صحیح کو واضح کیا جائے اس عزم کے ساتھ کہ:

☆ اللہ کے دین کو مسالک اور فرقوں پر ترجیح دی جائے۔

☆ جس مکتب فکر کی جتنی بات درست ہے اسے تسلیم کیا جائے اور غلط سے بچا جائے۔ صحیح بات جہاں سے بھی ملے اسے بلا چون و چراں تسلیم کیا جائے چاہے وہ ہماری اپنی فکر کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

☆ باہمی غلط فہمیوں کو دور کر کے مسلمانوں کے مابین اتحاد و یکجہتی پیدا کی جائے۔

☆ شخصیات کا احترام کیا جائے لیکن اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو کائنات کے تمام لوگوں پر ترجیح دی جائے۔

رب کریم نے ہماری رہنمائی کے لیے فرمایا:

﴿وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا﴾ (آل عمران: 103)

ترجمہ: ''تم سب مل کر اللہ کی رسی (قرآن مجید) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو''

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡہُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہُمۡ اِلَی اللّٰہِ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ﴾ (سورۃ الانعام، آیت: 159)

ترجمہ: ''بیشک جنہوں نے دین میں فرقے بنائے اور گروہوں میں بٹ گئے آپ (ﷺ) کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد، پھر وہ انکو بتلائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

(ہمارا عزم)

سچائی کی پیروی

(Email: khidmat777@gmail.com)

ہماری اہم تحاریر

کتاب نمبر	ٹائٹل	کتاب نمبر	ٹائٹل
1	ہدایت: (ہدایت سے کیا مراد ہے اور ہدایت کسے نصیب ہوگی؟)	2	قرآن مجید کی حاکمیت: (احناف اور مالکیہ کے اُصولِ روایت کی روشنی میں عالمگیر غلط فہمی کا ازالہ)
3	ہمارا اخلاقی زوال: (زوال کی بنیادی وجوہات اور نجات کا یقینی حل)	4	قرآن مجید سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے؟
5	راہِ فلاح کی پہلی بڑی گھاٹی: (دنیا پرستی اور نفس و شیطان کے حجابات پر حقائق)	6	رسالت کا حقیقی تصور: (راہِ فلاح کی دوسری گھاٹی: رسالت کے مقابلے میں آبا پرستی پر آگاہی)
7	توحید کا جامع تصور: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: شرک کے مقابلے میں توحید پر جامع رہنمائی)	8	عبادت کا معنی مفہوم: (تفہیم عبادت پر ایک اہم کتابچہ)
9	ظلم عظیم پر جامع رہنمائی: (راہِ فلاح کی تیسری گھاٹی: غلاظتِ شرک پر جامع رہنمائی)	10	کائنات سے خالق کائنات تک: (وجود خالق کے حیرت انگیز دلائل)
11	طاقتور ابلیسی دھوکے: (مکار ابلیس کی مزین کردہ انتہائی طاقتور چالوں سے آگاہی)	12	مجموعہ تحاریر: (مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر کا مجموعہ)
13	امت اسلامیہ کا اتحاد: (اتحاد و یکجہتی اور فرقہ واریت کی نحوست پر انتہائی اہم تحریر)		

کتابچے (Booklets)

عام لوگوں کیلئے اہم موضوعات پر ضخیم کتابوں کی بجائے کتابچوں کی شکل میں مختصر تحاریر

1	ایمان ایک زندہ حقیقت (انمول تحفہ)	2	زبان سے کلمہ کا اقرار اور نجات کی ضمانت؟
3	مقصدِ حیات	4	انسانیت کی عظیم ترین آفت (خواہشِ نفس)
5	بغیر سمجھے قرآن پڑھنے کی وجوہات؟	6	اوامر و نواہی کی لسٹ
7	تلاشِ رب (اللہ کے قُرب کا یقینی راستہ)	8	تلاشِ خالق (وجودِ خالق کے یقینی دلائل)
9	توحید (لا الٰہ الاّ اللہ)	10	رسالت (محمد الرسول اللہ)
11	حقوق العباد	12	پریشانیوں سے نجات کا حقیقی حل
13	پردہ: (پردہ کے ضمن میں مرد و عورت کیلئے قرآن وسنت کے احکامات)	14	اسلام کا قانونِ طلاق: (یک مجلسی تین طلاق کے ایک یا تین واقع ہونے پر اہم رہنمائی)

پمفلٹ اور بروشرز

مختلف اہم موضوعات پر زندگی تبدیل کرنے والی مختصر تحاریر: پمفلٹ اور بروشرز وغیرہ۔

استفادہ کیلئے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

﴿آئیں دنیا و آخرت کی کامیابی کیلئے پیغام حق کی کاوش کو دوسروں تک پہنچانے میں تعاون کریں﴾

ان پھولوں اور پھلوں کو غور سے دیکھیں کے کیا یہ بغیر ڈیزائن کیے خود بخود بن سکتے ہیں؟

پیغامِ محبت

ہم اس کائنات میں موجود تمام لوگ جن تک حق کا پیغام نہ پہنچ سکا ان سے محبت رکھتے ہیں ان کی خیر خواہی کی بہت خواہش رکھتے ہیں ،انہیں دنیا و آخرت میں کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں ،ان کے لئے سہولت و آسانی اور امن و راحت کے لئے دعا گو ہیں۔ ان جذبات اور نیک تمناؤں کے ساتھ ہم ان سے صرف یہ عرض کرتے ہیں کہ زندگی سے کچھ وقت نکال کر ایک دفعہ یہ تحریر ضرور پڑھ لیں ،عقل وشعور سے فیصلہ کریں کہ کیا یہ پیغام صداقت پر مبنی ہے یا نہیں ،اگر یہ سچائی ہے تو اسے قبول کرلیں ۔ آپکی دنیا و اخرت بہتر ہو جائے گی ۔اگر کوئی چیز صداقت پر مبنی نہ ہو تو ضرور ہماری رہنمائی کریں۔ یہ چند روزہ زندگی بہت قیمتی ہے یہ امتحان گاہ ہے اسے امتحان گاہ ہی سمجھیں اور سچائی کو میعار بناتے ہوئے ان عارضی ایام کو گزاریں۔ اللہ تعالیٰ آپکو کامیاب فرمائے۔

(آمین)

ضروری گذارش!

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پوری نسل انسانی کیلئے حق کی پہچان کے ناقابل تردید دلائل اس کتاب میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ اللہ کی محبت اور اسکی مخلوق سے ہمدردی کی بنا پر اپنی صلاحیتوں کے مطابق ضرور اس میں حصہ ڈالیں ،اسے دوسروں تک پہنچائیں ،مختلف زبانوں میں تراجم کروائیں اور اسے چھپوا کر پوری دنیا کے انسانوں تک پہنچائیں تا کہ وہ بھی تاریکیوں سے نکل کر روشنی کے رستے پر گامزن ہو جائیں۔ اللہ کے ہاں آپ عظیم اجر پائیں گے۔